ندائے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تصنیف
شیخ القرآن
ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توئی سلطانِ عالم یا محمد　　زروئے لطف سوئے من نظر کن

جامی رحمۃ اللہ علیہ

نِدائے یامحمد و یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دلچسپ اور بہترین کتاب جس میں قرآن وسنت، اجماعِ اُمت اور علماء وفقہاء کے اقوال ایسے ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ندائے یا محمد و یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ حلِ مشکلات کا مجرب وظیفہ وعمل بھی ہے، جسے صحابہ کرام واولیاءعظام نے آزمایا تو اسے حلِ مشکلات میں بے نظیر و بے مثال پایا۔

تصنیف

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

ناشر:۔ عمدة البیان پبلشر

نام کتاب ------ ندائے یا محمد و یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف -------- شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

(پی ایچ ڈی عربی گرامر پنجاب یونیورسٹی لاہور)

ناشر ---------- عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

نظر ثانی و تخریج ---- مولانا محمد سلیمان ۔ سید محمد عاکف قادری

کمپوزر ---------- محمد اسلم قادری (جامعہ رضویہ)

قیمت ------------- 120 روپے

باراول اشاعت -------- ۱۱۰۰ ۔ ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء

باردوم اشاعت ------- ۲۲۰۰ ۔ ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء

بارسوم اشاعت -------- ۱۱۰۰ ۔ ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۸م

حسب فرمائش ------ محمد سلیمان قادری (خلیفۂ قادری)

عمدۃ البان پبلشرز لاہور، 25 احمد منزل داتا دربار مارکیٹ

شیخ ہندی سٹریٹ لاہور۔

فہرست مضامین

تعارف مصنف

پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب تو ایسی شخصیت ہیں۔ جو کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ لیکن میری سوچ میں جناب کی زندگی سے متعلق کچھ اہم معلومات موجود ہیں جن پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر و بیشتر عام انسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیت کی بنیادی تعلیم کون سی خوش نصیب درسگاہ میں ہوئی کہ جس نے ایسے عظیم انسان تخلیق کیے۔ ہر انسان کی سب سے پہلی درسگاہ اُس کی ماں کی گود ہی ہوتی ہے۔ جتنی وہ گود مقدس و مکرم ہوگی اُتنی ہی اُس کی اولاد کی تربیت اعلیٰ ہوگی آپ آج کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یقیناً آپ کی نظر سے بڑی بڑی شخصیات کے تذکرے ضرور گذرتے ہوں گے۔ وہاں ان شخصیات کی تربیت کی پہلی بنیادی چیز اور عظیم درسگاہ "ماں کی گود" کے ہی ثمرات ملتے ہیں جو کہ ایک عام انسان کو عظیم انسان بنانے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت میں اُس پہلی درسگاہ کی تربیت کے ہی اثرات ہیں کہ آپ بہترین عالم دین باعمل، بہترین مفتی، بہترین مدرس، بہترین محقق و مصنف، بہترین شیخ الطریقت و شیخ التفسیر اور بہترین شیخ الحدیث ہیں آپ کی طبع شریف میں انتہائی نرمی، حلم بردباری برداشت اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے آپ سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف پنجاب اور بانی و مہتمم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور قرآن مجید کے مترجم بھی ہیں اب جناب

حضرت صاحب کی بنیادی تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات پیش کرتا ہوں تا کہ قارئین کو علم ہو جائے کہ آپ نے تعلیم و تربیت اور روحانی تربیت کہاں سے حاصل کی۔

ولادت:۔ آپ کے آباؤ اجداد سادات و شرفاء بخارا سے ہیں جو حضرت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بخاری سے کشمیر آئے پھر اوچ شریف ضلع بہاولپور آ کر آباد ہوئے۔ آپ کی ولادت موضع کچی لعل نزد اُوچ شریف تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں بروز جمعرات مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو خدا بخش علیہ الرحمہ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے دادا بزرگوار محمد موسیٰ علیہ الرحمہ اور پر دادا محمد جوہر علیہ الرحمہ تھے۔

ابتدائی تعلیم:۔ آپ نے سب سے پہلے ناظرہ قرآنِ مجید اپنے پڑوسی بزرگ عالم مولانا غلام نبی خورشیدی علیہ الرحمہ سے عرصہ تین چار ماہ میں پڑھ کر مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول موضع بن والا میں حاصل کی اور مڈل تک کی تعلیم کے لئے موضع ککس کے گورنمنٹ سکول میں داخلہ لیا وہاں سے مڈل کا امتحان انتہائی اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا بعد ازاں دیگر دینی تعلیم کے لئے مخدوم حسن محمود بن غلام میراں شاہ کے گاؤں جمال الدین والی علاقہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ حکیم غلام رسول علیہ الرحمہ سے اکتساب فیض کیا اور اُن سے آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب کے ساتھ شرح تہذیب قطبی کے اوائل شرح وقایہ اولین، اصول الشاشی، نور الانوار اور علمِ طب کی میزان طب، طب اکبر و موجز وغیرہ پڑھیں۔

1958ء میں ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلماء علامہ مولانا غلام جہانیاںؒ صاحب سے نور الانوار، شرح جامی، مولانا عبدالغفور صاحب سے قطبی، میر قطبی، مُلا جلال، حمد اللہ شرح وقایہ اخیرین، میبذی التصریح، اقلیدس، مشکوٰۃ شریف،

جلالین ہدایہ اولین، حسامی، مقامات حریری، حماسہ، متنبّی، تصوف، لوائح جامی، لوامع جامی اور مثنوی شریف پڑھیں۔

1961ء ملتان میں غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا۔ استاذ العلماء جناب مولانا عبدالکریم ؒ سے تفسیرات احمدیہ پڑھی اور حضرت مفتی امید علی خاں صاحب سے توضیح وتلویح، مسلم الثبوت وہدایہ اخیرین پڑھیں۔

پھر مفتی اعظم حضرت مفتی سید مسعود علی قادری سے جلالین وعلم میراث پڑھا اور فتویٰ نویسی سیکھی۔ آخر میں حضرت علامہ قبلہ کاظمی شاہ صاحب سے مناظرہ رشیدیہ، شرح عقائد، خیالی اور دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت علم حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز:۔ علوم وفنون اور فتویٰ نویسی کے علم سے فراغت کے بعد قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی نظر عنایت والتفات نے بطور نائب مفتی آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی حکومت پاکستان نے قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو بہاولپور یونیورسٹی میں بطور پروفیسر حدیث مقرر فرمایا تو قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے جن قابل ترین تلامذہ کو بہاولپور ساتھ لے جانے کے لئے منتخب فرمایا اُن میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب نے بہاولپور یونیورسٹی سے 1965-1966ء میں ایم اے اسلامک لاء یعنی تخصص فی الفقہ والقانون الاسلامی کی سند حاصل کی اور حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے فرمان پر اپنی مادرِ علمی مدرسہ انوار العلوم واپس آکر استاذ الحدیث، مفتی وصدر شعبہ افتاء کے فرائض سنبھالے۔ 1977ء میں حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی خواہش پر قبلہ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور شیخ الحدیث وشیخ الادب

العربی مقرر ہوئے اسی دوران صدر انجمن تہذیب الاسلام مین مارکیٹ گلبرگ آپ کو
جامعہ مسجد غوثیہ گلبرگ لے آئے۔ جہاں عرصہ 12 سال تک جامع مسجد غوثیہ کے
خطیب رہے اور یہاں جامعہ غوثیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور 1990ء تک اِسی
درسگاہ کے ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث رہے اور انتہائی خوش اسلوبی محنت خلوص اور
لگن سے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوئے۔ بعد ازاں جناب
پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر نقشبندی قادری نے ماڈل ٹاؤن سوسائٹی سے چار کنال کا
رقبہ حاصل کر کے قبلہ مفتی صاحب کے سپرد کیا اور اُن کے پُر خلوص تعاون کے ساتھ
آپ نے ماڈل ٹاؤن سنٹرل کمرشل مارکیٹ میں اپنی ذاتی دینی درسگاہ کا آغاز فرمایا
جو کہ تقریباً عرصہ 17 سال سے انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں
دواں ہیں۔ جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن میں درج ذیل
شعبہ جات کی انتہائی کامیابی کے ساتھ سرپرستی فرما رہے ہیں۔ یہ جامعہ رضویہ ایک
ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے مینجنگ ٹرسٹی حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام
سرور قادری صاحب آپکے بڑے بیٹے ڈاکٹر احمد سعید قادری ڈپٹی مینجنگ ٹرسٹی
اور جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر سیکرٹری جنرل ہیں حضرت قبلہ مفتی صاحب کے
دوسرے صاحبزادے جناب علامہ محمد وحید قادری جامعہ کے ناظم اعلیٰ، تعلیمات
و مالیات ہیں۔ **شعبہ جات:**۔ شعبۂ تحفیظ القرآن، شعبۂ تجوید و قراءت، شعبۂ درس
نظامی، شعبۂ کمپیوٹر لیب، شعبۂ تخصص فی الفقہ والحدیث والقانون الاسلامی اور شعبۂ
نشر و اشاعت شامل ہیں حضرت قبلہ مفتی ڈاکٹر غلام سرور قادری کی جتنی بھی تصانیف
ہونگی ان کی اشاعت کے لیے مستقلاً عمدہ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کے نام سے
ادارہ معرض وجود میں لایا گیا ہے جس کے زیر اہتمام آپ کی تمام تصانیف اشاعت

ہونگی اور وہی ادارہ آپ کی تمام مطبوعات کے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ آپ کی تصانیف تقریباً 55 کے قریب ہیں جن میں خاص اہمیت کا حامل ترجمۂ قرآن مجید، عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن' ہے جوکہ اس صدی کا ایک عظیم الشان تجدیدی کارنامہ ہے جلد چھپ کر منظر عام پر آرہا ہے۔ انشاء اللہ ایمان افروز اور تحقیقی شاہکار د تصانیف خود مطالعہ کریں اور عزیز واقارب میں تحفۂ پیش کریں یہ آپ کی سعادت ہو گی اور اس سے خیر و برکت کا وافر حصہ نصیب میں آئے گا انشاء اللہ۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں!

(1)۔ درود وسلام وشانِ خیر الانام ﷺ
(2)۔ ردِ امکان کذب باری تعالیٰ
(3)۔ مقام علم وعلماء
(4)۔ شرح "الفضل الموھبیہ"
(5)۔ خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت
(6)۔ معجزہ شق القمر
(7)۔ قاضی اور سربراہ مملکت
(8)۔ بیعت کی اہمیت وضرورت
(9)۔ مسئلہ ایصالِ ثواب
(10)۔ مسئلۂ تصویر (تصویر کا جواز)
(11)۔ ندائے یا محمد یارسول اللہ ﷺ
(12)۔ نماز سے متعلق تین اہم مسئلے
(13)۔ پروفیسر طاہر القادری کا علمی وتحقیقی جائزہ
(14)۔ تفسیر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
(15)۔ شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم
(16)۔ تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم
(17)۔ مسئلہ صلوٰۃ وسلام قبل اذان
(18)۔ اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت
(19)۔ سورہ یٰسٓ مع اردو ترجمہ وتفسیر
(20)۔ حج اور قربانی
(21)۔ عیدِ اسلام
(22)۔ نجاۃ الوالدین الکریمین

(23)۔معرفتِ خداوندی

(24)۔پردہ کی شرعی حیثیت

(25)۔سورۂ ملک مع ترجمہ وتفسیر

(26)۔ذکرووسیلہ

(27)۔الشاہ احمد رضا بریلوی

(28)۔عالم برزخ

(29)۔مسئلہ علم غیب ووسیلہ

(30)۔الوظائف القادریہ

(31)۔قرآن کیسے جمع ہوا؟

(32)۔فضائلِ اہلِ بیت

(33)۔مجموعہ حیات اولیاء

(34)۔عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن

(35)۔شرح جامی کا اردو ترجمہ

(36)۔حالات امام بخاری علیہ الرحمۃ

(37)۔مسئلہ رفع یدین

(38)۔جہاد اسلامی (اردو۔انگلش)

(39)۔معجزات مصطفیٰ ﷺ

(40)۔مسائل وفضائل زکوٰۃ وصدقات (اردو۔انگلش)

(41)۔افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(42)۔اسلام کا قانون شہادت

(43)۔معاشیات نظامِ مصطفیٰ ﷺ

(44)۔لباس مسنون

(45)۔الیکشن یا سلیکشن

(46)۔علماء اور حکمرانوں کے درمیان تعلق کی اہمیت

(47)۔اسلام میں داڑھی کی شرعی حیثیت

(48)۔تحفہ مکیہ

(49)۔تہتر اسلامی فرقے اوران کی تاریخ وعقائد

(50)۔تین اہم مسئلے (حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا نمازی کے آگے سے گزرنا۔نماز کے بعد دعا)

(51)۔تحفۂ مومن

(52)۔شدید غصہ کی طلاق

(53) قیامِ تعظیم

(54)۔تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار"
(ردامکان کذب)

(55) شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اِن درج بالا کتب کے علاوہ حضرت کا ماہانہ مجلّہ ماہنامہ البرلاہور کے نام سے عرصہ ۱۷ سال مکمل اور اٹھارویں سال کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ اُمت مسلمہ کے لئے بالخصوص شائع ہو رہا ہے انتہائی اہم موضوعات پر مضامین، تبصرے اور حالات حاضرہ پر اداریے اور لوگوں کے بزنس کی تشہیر اس کے حسن و قدر میں اضافے کا باعث ہو رہی ہے آج ہی اخبار ہاکر یا بک اسٹالز سے نام لے کر ماہنامہ البرلاہور طلب فرمائیں تاکہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو دینی، روحانی اور اصلاحی پہلو میں خود کفیل بنائیں۔ یوں تو آپ کی ہر کتاب علم کا ایک خزانہ ہے مگر وہ کتابیں جو آپ نے کسی کے جواب میں "علمی و تحقیقی جائزہ" کے نام سے لکھیں یا کسی کی علمی و تحقیقی اغلاط کی نشاندہی میں لکھیں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً "درود وسلام شان خیر الانام" جناب جسٹس تقی عثمانی دیوبندی عالم کے جواب میں لکھی گئی اور "ڈاکٹر غلام مرتضےٰ ملک کی کتاب توحید اور وجود باری تعالیٰ کا علمی و تحقیقی جائزہ" بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے آپکی کتب ایک بحرِ بے کراں ہیں دینی روحانی اصلاحی علم حق کے متلاشی اِن کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب الکافیہ کی عربی شرح الوافیہ پر چار جلدوں پر مشتمل عربی میں تحقیق وتخریج لکھی الکافیہ جو کہ پورے عالم اسلام کے دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی عربی زبان میں شرح فرما کر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی (دکتورہ) کی ڈگری حاصل کی

۔نیز طبیہ کالج لاہور میں چار سالہ طب کا کورس کر کے گورنمنٹ سے طبیب کی ڈگری بھی حاصل کی۔

علمی ودینی ذوق:۔آپ کے علمی ودینی ذوق کا یہ حال ہے کہ اپنی آبائی زمینیں اور مکانات جو آپ کے ورثے میں آئی تھیں سب بیچ کر مدرسہ اور لائبریری پر خرچ کر دیا اور سارا دن لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ اور تحریر و تدریس میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے صاحبزادوں کو بھی اسی لائن پر چلایا آپ کے بڑے صاحبزادے احمد سعید قادری ہومیوڈاکٹر اور بہترین عالم ہیں جامعہ کے وائس پرنسپل اور درس نظامی پڑھاتے ہیں اور دوسرے صاحبزادے علامہ محمد وحید قادری درس نظامی کے فاضل اور یونیورسٹی سے ایم۔اے ہیں وہ بھی جامعہ کے استاذ و ناظم اعلیٰ و تعلیمات ہیں اور تیسرے صاحبزادے علامہ محمود عبید قادری درس نظامی سے فارغ و انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد سے ایل ایل بی لاء اینڈ شریعہ ہیں چوتھے بیٹے محمد حماد قادری نے ایف۔اے کے بعد درس نظامی شروع کیا جو درس نظامی کے دوسرے سال میں زیر تعلیم ہیں اور پانچویں سب سے چھوٹے بیٹے محمد باذل قادری قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔

تفصیل غیر ملکی تبلیغی دورے، مناظرے:۔قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب مصنف کتب کثیرہ، دینی خدمات کے جذبے سے اکثر تبلیغی دورے فرماتے رہتے ہیں۔صدر جنرل ضیاء الحق شہید کے زمانہ میں آپ نے چین کا انتہائی کامیاب سرکاری دورہ کیا۔جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی درخواست پر آپ جنوبی افریقہ کے

کئی دورے کر چکے ہیں بلکہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران (شہر کیپ ٹاؤن) مرزائیوں کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا آخر میں مرزائی لیڈر سلیمان ابراہیم لاجواب ہو کر مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح کے کئی مناظروں میں حضرت کاظمی علیہ الرحمۃ نے آپ کو بھیجا تو اُن کی دعا سے ہمیشہ آپ کامیاب و فتحیاب رہے۔

(لیڈی سمتھ) میں دیوبندی مولانا عبدالرزاق سے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ ہوا جس پر اُنہوں نے اقرار کیا کہ واقعی یہ عبارات گستاخانہ وکفریہ ہیں اِس مناظرہ کی بھی کیسٹ موجود ہے آپ برطانیہ کا بھی چار دفعہ تبلیغی دورہ کر چکے ہیں ایک موقع پر آپ سلطان باہو ٹرسٹ یو۔ کے ٹھہرنے ہوئے تھے کہ مرزا طاہر احمد نے (جنگ) لندن میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک بیان دیا جس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اِسے بھی مناظرہ کا چیلنج کیا جو کہ برطانیہ (جنگ) اخبار کی شہہ سُرخی سے یہ خبر شائع ہوئی جس پر مرزا طاہر احمد نے مناظرہ کرنے اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اِسی طرح آپ متحدہ عرب امارات کئی مرتبہ تبلیغی دورے فرما چکے ہیں۔ یورپین ممالک جرمنی، بالجیم، ہالینڈ، انگلینڈ، ساؤتھ افریقہ اور متحدہ عرب امارات کے بھی دورے کر چکے ہیں اُن ممالک کے علاوہ تقریباً اکثر ممالک میں آپ کے کثیر تعداد میں مریدین ہیں علاوہ ازیں پاکستان میں بھی ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے چونکہ کویت میں حلقہ ءارادت ہے وہاں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو دورۂ کویت کے دوران کویت کے سابق وزیر برائے مذہبی امور شیخ

طریقت علامہ سید یوسف ہاشم الرفاعی جو دین اسلام اور خصوصاً مسلک اہل سنت کی مثالی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اُن کی موجودگی میں قبلہ مفتی صاحب نے عربی میں خطاب فرمایا اور اعلیحضرت کے کچھ نعتیہ کلام حدائق بخشش کا بھی عربی میں ترجمہ کر کے اس کی تشریح فرمائی۔ جس پر قبلہ رفاعی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کا عربی ترجمہ فرما دیں۔ جو کہ مسلک حق اہل سنت کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اہل عرب اس سے خوب استفادہ کر سکیں گے آپ نے پاکستان میں بھی کئی مناظرے کیے جبکہ چیچہ وطنی میں ایک مشہور عیسائی پادری سعید المسیح سے کئی دن مناظرہ کیا آخر میں وہ بھی آپ کے علمی دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور توبہ کر کے مشرف با اسلام ہو گیا جو عیسائی پادری تائب ہوا اُس کا نام احمد سعید رکھا گیا آج کل وہ کراچی میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہے علاوہ ازیں موضع کمیر میں دربار شریف حضرت پناہ سے ملحقہ مسجد میں ایک قابض دیوبندی خطیب نے مناظرے کا چیلنج کیا جب حضرت مفتی صاحب علماء اہل سنت کی معیت میں وہاں پہنچے تو مذکورہ مولوی صاحب میدان سے بھاگ گئے۔ آخر میں ۱۲ ان بزرگوں کے اسماء گرامی جن سے آپکو خلافت ملی ہے۔

۱۔ حضرت قبلہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ وقادریہ ونقشبندیہ وسہروردیہ کی خلافت۔

۲۔ استاذ العلماء وشیخ طریقت حضرت غلام جہانیاں علیہ الرحمہ (ڈیروی) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ چشتیہ معینیہ، فریدیہ کی خلافت۔

۳۔ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفےٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ کی خلافت۔

۴۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مظہریہ مجددیہ کی خلافت۔

۵۔ مفتی عرب وعجم قطب مدینہ منورہ ضیاء الامۃ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی وسلسلہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف وسلسلہ نبہانیہ کی اور حضرت قطب مدینہ کو حضرت سیدنا علی حسین اشرفی کچھوچھہ شریف علیہ الرحمہ اور امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ سے براہ راست خلافت حاصل تھی۔

۶۔ استاذ العلماء فقیہ امت حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ (لاہوری) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ وحنفیہ (شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ) کی خلافت۔

۷۔ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین بغدادی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت۔

۸۔ شیخ الاسلام حضرت امام محمد بن زکریا مدنی انصاری (مدینہ منورہ) سے علوم شریعت کے ساتھ چاروں سلسلوں کی خلافت۔

۹۔ شیخ الاسلام حضرت امام سید محمد بن سید علوی مالکی مکی (مکہ مکرمہ) سے چاروں سلسلوں کے علاوہ جملہ بلاد عرب وعجم کے مشائخ کبار کے جملہ سلاسل شریفہ کی اجازت وخلافت۔

۱۰۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ (فیصل آبادی) سے خلافت۔

۱۱۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان سیدی ابو برکات سید احمد الوری رحمتہ اللہ علیہ لاہور سے خلافت۔

۱۲۔ سلطان الفقراء والصوفیہ حضرت غلام رسول ریاض آبادی (ملتانی) خلیفہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ سے خلافت۔ یہ تھیں آپ سے متعلق معلوماتی گزارشات جو کہ ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

اللہ رب العزت ایسے پاکان امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے امین

دعا گو

مینجر عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الاَمین وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ :

مسئلہ کی نوعیت

مسئلہ کی نوعیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اسم گرامی سے نداء کرنا یعنی بہ احترام ''یا محمد'' کہنا بلاشبہ جائز اور درست ہے اور تعظیم وتکریم کے بغیر ممنوع ہے۔ یہ تعظیم خواہ درود شریف کے ساتھ ہو یا کسی اور قرینہ کے ہمراہ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نام مبارک ''محمد'' کی دو حیثیتیں ہیں:

۱۔ ایک علمی حیثیت، یعنی لفظ ''محمد'' کا وصفی معنی سے قطع نظر صرف نام وتعارف کیلئے ہونا جیسے عامیانہ نام ہوتے ہیں اور ان کا تلفظ عامیانہ انداز سے کیا جاتا ہے جس میں تعظیم وتکریم کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔

۲۔ دوسری وصفی ولقبی حیثیت یعنی ''محمد'' اس کی وصفی ولقبی معنی پر دلالت مقصود ہونا۔ پہلی حیثیت میں آنحضرت صلی اللہ وسلم کو ''یا محمد'' کہہ کر پکارنا ممنوع ہے بلکہ منسوخ ہے اور دوسری حیثیت میں جائز ومشروع بلکہ احادیث واقوال صحابہ وعلماء امت سے واقع وثابت ہے۔ اگرچہ افضل واحوط یارسول اللہ ایسے القاب سے پکارنا ہے کہ ''یا محمد'' میں معنی وصفی کی نیت یا قرینہ تعظیم کا وجود واستحضار جواز کا مدار ہے لیکن یارسول اللہ ایسے القاب میں معنی وصفی از خود برقرار ہے۔ لیکن مخالف جب اسے مطلقاً ناجائز ٹھراتا ہے تو اس کے سامنے ہم ''یا محمد'' کہنا ہی افضل بتائیں گے مثلاً حکم مسئلہ افضلیت وضوازدہ در دہ پیش معتزلی بہ وجود آب جاری کمافی کتب الفقہ۔ کیوں کہ دیوبندی وہابی حضرات کا

''یا محمد'' کہنے سے منع کرنا درحقیقت اس لیے نہیں کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا پاس ہے بلکہ وہ سرے سے اسطرح کی ندائے یارسول اللہ کے ہی خلاف ہیں۔ جس طرح کی ندا اہلسنت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نداء سنتے ہیں۔ چنانچہ جناب گنگوہی صاحب سے ''یارسول اللہ'' کہنے کے جواز اور عدم جواز کا سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا۔ ''جب انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو ''یارسول اللہ'' کہنا بھی ناجائز ہوگا۔'' (فتاوئی رشیدیہ ص ۶۶ طبع کراچی)

یہاں گنگوہی صاحب منع کر رہے ہیں مگر ان کے ہم مکتب فاضل لکھتے مولوی عبدالرحمٰن ہیں کہ یارسول اللہ سوائے درود شریف کے دوسرے موقع پر نہیں پڑھنا چاہیے۔ (عزیز الفتاوئی ج ا ص ۱۰۶)

تو معلوم ہوا کہ یہاں ادب نہیں عقیدہ ملحوظ ہے اگر انھیں واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا پاس ہوتا تو یہ اُن حضرات کو اپنا پیشوا ہی نہ مانتے جنھوں نے حضورﷺ کی شان میں جی بھر کر گستاخیاں کی ہیں نیز اپنی مساجد پر ''یا محمد'' کی بجائے یارسول اللہ بھی لکھتے، لیکن ایسا نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ یہ دھوکہ دے رہے ہیں: وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ: انشاء اللہ اس دھوکہ کا نقصان انہیں ہی ہوگا اہل سنت ان کے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔

مخالفین کے دلائل

مخالفین اپنے موقف کی حمایت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛

'' لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضاً'' (سورہ نور: ۶۳)

''رسول ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھرالو جیسا تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔''

جلالین کے حوالے

تفسیر جلالین میں ہے۔ ''بِاَنْ تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ بَلْ قُوْلُوْا یَا نَبِیَ اللّٰہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ لِیْنٍ وَ تَوَاضُعٍ وَخَفْضِ صَوْتٍ ''۔(ص۳۰۲ طبع کراچی)

''یا محمد نہ کہو بلکہ نرمی و تواضع اور پست آواز سے یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو''

اس کے بعد فریق مخالف نے دیگر تفاسیر میں سے بھی اس قسم کی عبارات پڑھ کر سنائیں جن کا مطلب یہی ہے کہ ''یا محمد'' نہ کہو بلکہ تواضع وانکساری سے یا نبی اللہ و یارسول اللہ کہو۔

اعلحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا حوالہ

اس کے علاوہ وہ حضرات اعلیٰ حضرت فاضل بریلی علیہ الرحمۃ کی کتاب ''تجلی الیقین کی مندرجہ ذیل عبارت کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم ﷺ کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھرایا؛

''لَاتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضاً''

''رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، کہ اے زید !اے عمرو! بلکہ یوں عرض کرو یا رسول اللہ ، یا نبی اللہ ،یاسید المرسلین یا خاتم النبیین یا شفیع المذنبین صلی اللہ عَلَیْکَ وسلم وعلیٰ آلک اجمعین''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں،۔

'' قَالَ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَااَبَاالْقَاسِمِ فَنَہَاھُمُ اللّٰہُ عَنْ

ذالک اِعظاماً لِنبیہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔"

ترجمہ:۔یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابوالقاسم کہا جاتا تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی، جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہا کرتے، امام بیہقی امام علقمہ و امام ابونعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر آیت کریمہ مذکور میں روایت کرتے ہیں لَا تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ، یعنی اللہ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو، یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو، اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے لہذا علماء کرام تصریح فرماتے ہیں حضور ﷺ کو نام لے کر نداء کرنا حرام ہے۔اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب میں تجاوز کرے بلکہ امام زین العابدین عراقی وغیرہ نے فرمایا اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو خود نبی ﷺ نے تعلیم فرمائی ہو جیسے دعائے حاجت۔" یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ "، تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہنا چاہیے حالانکہ دعا میں الفاظ حتی الوسع تبدیل نہیں ہوتے۔کَمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ حَدِیْثُ نَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ وَ رَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ، یہ مسئلہ اہم جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ ہے۔" (تجلی الیقین صفحہ ۲۲،۲۳)۔

مخالفین کے دلائل کا جواب

مخالفین اپنے مدعی کہ (یا محمد کہنا منع ہے) کے سلسلہ میں آیت کریمہ:

" وَلَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا "

سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس آیت سے نہ تو سیاق و سباق کے اعتبار سے کوئی

قریبی تعلق ہے اور نہ ہی ترکیب نحوی کے لحاظ سے۔

خبر نہیں کیا ہے نام اس کا   خدا فریبی کہ خود فریبی؟

آیت کی ترکیب نحوی

(لَا تَجْعَلُوْا) صیغہ جمع مذکر مخاطب فعل نہی حاضر معروف واؤ ضمیر بارز مرفوع متصل اس کا فاعل (دُعَاءَ الرَّسُوْلِ) لفظ دعا مصدر مضاف الی الفاعل اور لفظ الرسول لفظاً مضاف الیہ مجرور معنیً فاعل مرفوع اور مفعول بہ محذوف ہے۔ (بَیْنَکُمْ) بین ظرف مضاف (کم) ضمیر جمع مذکر مخاطب مجرور متصل مضاف الیہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر ظرف لغو لا تجعلوا فعل مذکورہ سے متعلق ہوئی، (کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا) (ک) حرف جارہ برائے تشبیہ (دعاء) مصدر مضاف الی الفاعل (بعض) لفظاً مجرور مضاف الیہ (کم) ضمیر جمع مذکر مخاطب مجرور متصل مضاف الیہ بعض اپنے مضاف الیہ سے مل کر لفظوں میں مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور مگر معنی کے رو سے دعاء مصدر کا فاعل ہونیکی وجہ سے مرفوع (بعضا) دعاء مصدر مفعول بہ منصوب لفظاً۔ دعا اپنے مضاف الیہ فاعل اور مفعول بہ سے ملکر مجرور ہوا جار کا جار مجرور ظرف لغو یہ بھی فعل مذکور لا تجعلوا سے متعلق ہوئی تو یہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

مشبہ اور مشبہ بہ میں مماثلت ضروری ہے

اس ترکیب میں خصوصی توجہ طلب بات یہ ہے کہ لا تجعلوا دعاء الرسول میں دعاء الرسول مشبہ ہے اور دعاء بعضکم مشبہ بہ ہے اور مشبہ و مشبہ بہ میں مماثلت ضروری ہے۔ لہذا اس قاعدے کے تحت ضروری ہے جیسے مشبہ بہ یعنی دعاء بعضکم میں معنی کے اعتبار سے بعضکم فاعل ہے، ایسے ہی مشبہ یعنی دعاء الرسول میں

الرسول بھی معنی کے اعتبار سے فاعل ہو ورنہ مشبہ بہ اور مشبہ میں مماثلت باقی نہیں رہتی جبکہ مماثلت ضروری ہے چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۲۰ھ ہجری تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

وَالْاِضَا فَةُ فِیْ دُعَاءِ الرَّسُوْلِ اِضَافَةُ الْمَصْدَرِ اِلٰی فَاعِلِهٖ وَالْمَفْعُوْلُ مَحْذُوْفٌ یعنی ''دعاء الرسول میں مصدر کی اضافت اس کے فاعل کی طرف ہے اور مفعول بہ محذوف ہے اس ترکیب سے وہی معنی درست رہتا ہے جو ہم آئندہ سطور میں پیش کریں گے لہذا اس معنی کی آیت سے کوئی نسبت باقی نہیں رہتی جس بنیاد پر علماء دیوبند ''یا محمد'' کو حرام ٹھرا کر اس کی آڑ میں آنحضرت ﷺ کو لفظ ''یا'' سے ندا کرنے کی ممانعت کے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

نحوی ترکیب سے آیت کا صحیح ترین ترجمہ

جب قاعدہ مذکورہ کی رو سے یہ بات مسلم قرار پائی تو نحوی ترکیب کے اعتبار سے آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا کہ رسول ﷺ جو تمھیں کسی بات کی طرف بلائیں اسے تم آپس میں ایسے نہ ٹھرالو جیسے تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو بلاتا ہے کہ دل نے چاہا یا مصروفیت سے فرصت پائی تو چلے گئے اور جب چاہا چلے گئے اور نہیں چاہا تو نہ گئے بلکہ رسول ﷺ کے بلانے پر بلا تاخیر حاضر ہونا اور ان کے حکم کی پیروی کرنا تم پر فرض ہے اور جب حاضر ہو اور حکم بجالاؤ تو بلا اجازت نہ چلے جایا کرو کہ بلا اجازت چلے جانا تم پر حرام ہے۔ بلکہ حضور ﷺ سے اجازت لے کر جایا کرو۔ اس معنی کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے:

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو

جب رسول تمھیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمھیں زندگی بخشے۔

(سورۂ انفال آیت ۲۴)

رسول کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول ﷺ کا بلانا اللہ کا بلانا ہے اس لیے ان کے بلانے پر بلا تاخیر حاضر ہوں کیونکہ وہ تمھیں ایسی چیز کی طرف ہی بلائیں گے جس میں تمھاری حیات ابدیہ اور دائمی زندگی ہے ان کی پہلی دعوت ایمان کی طرف ہے، ایمان بھی حیات اور زندگی ہے کافر ایمان سے محروم ہے اس لیے وہ مردہ ہے پھر قرآن پر عمل کے لیے بلاتے ہیں قرآن پر عمل بھی ابدی زندگی کا باعث ہے اور اسی سلسلے میں جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت ہے۔ جہاد میں فتح ہوگی یا شہادت، فتح میں عزت ہے اور عزت کی زندگی ہی زندگی ہے، اور شہادت کی صورت میں بھی تمھیں دائمی زندگی نصیب ہوتی ہے جو جسمانی اور نورانی زندگی ہے۔

نماز کی حالت میں بھی حضور ﷺ کے بلانے پر حاضری واجب تھی

اس معنی کی تائید میں یہ دو حدیثیں بھی پیش کی جاسکتی ہیں ایک تو صحیح بخاری کی حدیث ہے حضرت سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اس حالت میں رسول ﷺ کا مجھ سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا، میں آپ کی خدمت میں اسی وقت حاضر نہ ہوا۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ کی خدمت حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میرے بلانے پر کیوں حاضر نہ ہوئے کیا تمھیں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۶۹)

اور ترمذی میں حضرت اُبی بن کعبؓ سے مروی کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابی بن کعبؓ سے مخاطب ہوئے وہ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے انہیں بلایا ''اے اُبی'' انھوں نے حضور ﷺ کی طرف التفات کیا لیکن جواب نہ دیا اور نماز پڑھتے رہے۔ مگر نماز میں تخفیف کر دی۔

پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا ''السّلام علیکیا رسول الله'' آنحضرت ﷺ سے انہوں سے عرض کی یارسول اللہ میں نماز میں تھا، آپ نے فرمایا کہ تم نے جو میری طرف وحی کی گئی اس (قرآن) میں نہیں پڑھا استجیبوا لله وللرسول اذا دعاكم لما يُحييكم. انھون نے عرض کی کیوں نہیں ضرور پڑھا ہے۔حضور میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ (انشاء اللہ)

(صحیح ترمذی ج ۲ ص ۱۰۸ وصحیح بخاری رقم الحدیث ۴۴۷۴)

آیت کا دوسرا معنی

لفظ دعا سے بددعا کرنا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں دعا کا صلہ لفظ ''علیٰ'' محذوف ہوگا۔ اور تقدیر عبارت یوں ہوگی لا تجعلوا دعاء الرسول علیکم یعنی تم رسول ﷺ کی بددعا کو ایسا نہ ٹھرالو جیسے تم ایک دوسرے کی بددعا کو ٹھرالیتے ہو کہ اس کی پراوہ نہیں کرتے۔ کیوں کہ رسول ﷺ نے اگر تمھارے خلاف بددعا کر دی تو وہ بے اثر نہ ہوگی بلکہ اس کا اثر ہو کر رہے گا۔ اس معنی کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، آپ فرماتی ہیں کہ یہودی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السّام علیکم (تم پر موت ہو) حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا علیکم ولعنکم الله وغضب الله علیکم تمھیں پر موت ہو اور خدا کی لعنت ہو اور غضب۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ نرمی کیا کرو اور سختی سے پرہیز کیا کرو۔ حضرت عائشہ نے عرض کی۔ ''حضور آپ نے نہیں سنا انھوں نے کیا کہا''؟ آپ نے فرمایا ''کیا تو نے میرا جواب نہیں سنا جو میں نے انھیں دیا، فَيُسْتَجَابُ لِيْ فِيْهِمْ وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ پس میری بددعا جو ان کے خلاف ہے قبول ہو گی اور انکی بددعا جو میرے خلاف ہے قبول نہ ہو گی۔ (کیونکہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر ہیں)۔ (صحیح بخاری ج ۲)

آیت کا تیسرا معنی

آیت کا تیسرا معنی وہی ہے جسے مخالف فریق نے مدنظر رکھ کر ''یا محمد'' کہنے اور لکھنے سے ممانعت کا عقیدہ اختیار کر لیا ہے اور جس کی وجہ سے انہوں نے مسجد شان اسلام سابقہ مسجد غوثیہ واقع گلبرگ ۳ پر لکھے ہوئے یا محمد کو مٹا دیا اور دوسری مساجد سے اسے مٹانے کی تحریک چلائی تھی کہ یا محمد کہہ کر اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ یا محمد کی ممانعت والا معنی سیاق وسباق سے دور ہے اگر قارئین اس آیت کے کہ جس میں یا محمد کہنے کی ممانعت بیان کی جاتی ہے سیاق وسباق پر نظر فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ ''یا محمد'' کہنے کی ممانعت والا معنی سیاق وسباق سے بہت بعید ہے اور یہی وجہ ہے کہ مفسرین کرام نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ومجاہد وقتادہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں۔

كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَانْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لٰكِنْ هٰذَا التَّاوِيْلُ لَا يُنَاسِبُ مَا

سَبق وَمایَتلُوہُ فَاِنَّ الکَلَامَ فِی الخُرُوجِ بِاِستِیذَانٍ وَبِغَیرِ اِستِیذَانٍ

؛(تفسیر مظھری ج ۲ ص ۵٦۷، ۵٦۸)

یعنی آنحضرت ﷺ کو یا محمد اور یا ابا القاسم کہہ کر پکارتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو وہ پھر یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے لیکن یہ معنی آیت کے سیاق وسباق سے مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ پہلے اور بعد کے کلام میں صحابہ کے آنحضرت ﷺ کی اجازت اور بلا اجازت جانے کے بارے میں ہے۔

آیت کا سیاق وسباق

آیت کا سیاق وسباق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب وہ کسی باعث اجتماع معاملہ میں آپ کے ہمراہ ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لیے بغیر واپس نہیں جاتے بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت لے کر جاتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، تو اے پیارے مصطفیٰ ﷺ جب وہ آپ سے کسی ضرورت کے تحت جانے کی اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے مسلمانو! تم رسول ﷺ کے بلانے کو (جب وہ تمھیں کسی باعث اجتماع کام کو بلائیں) آپس میں ایسا نہ ٹھرالو جیسے تم ایک دوسرے کو (کسی ضرورت کے لیے) بلاتے ہو (کہ اپنی سے مرضی آتے جاتے ہو) بلاشبہ اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں، تو ان لوگوں کو جو

رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں کوئی فتنہ یا دردناک عذاب پہنچے۔ (سورہ نور آیت نمبر ۶۲،۶۳)

قارئین کو آیت کے ماقبل اور مابعد سے خوب معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہاں وہی معنی موزوں ومناسب ہے جو ہم نے عرض کیا اور جس کی تائید میں تفسیر مظہری کا حوالہ پیش کیا ہے۔

آیت کی ترکیب نحوی سے تائید

اس معنی کی تائید جو ہم نے عرض کی ایک تو سیاق وسباق سے ہوتی ہے اور دوسری آیت کی ترکیب نحوی سے بھی ہوتی ہے اور گزشتہ سطور میں جو ہم نے مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مماثلت کے سلسلے میں عرض کیا تھا اس کی تائید میں تفسیر مظہری کا حوالہ پیش خدمت ہے؛

وَ اَیْضاً لاَیُنَاسِبُہٗ نَفْسَ ھٰذا الْکَلاَمِ لِاَنَّ الْمُشَبَّہ بِہ ھُوَالدُّعَاءُ الْمُضَافُ اِلَی الْفَاعِلِ لِکَوْنِ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ بَعْدَ ہٗ مَنْصُوْباًفَلاَبُدَّاَنْ یَکُوْنَ فِیْ الْمُشَبَّہِ اَیْضاً الرَّسُوْلِ فَا عِلاً لِلْدُّعَاءِ لاَمَفْعُوْلاً.

(تفسیر مظہری جلد ۶ ص ۵۶۸)

ترجمہ: اور نیز یہ معنیٰ اس (یا محمد والے) نفس کلام (نحوی ترکیب) سے بھی مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ مشبہ بہ دعا ہے جو فاعل (بعض) کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ اس کے بعد مفعول بہ منصوب ہے۔

تو ضروری ہے کہ مشبہ (دعاء الرسول) میں بھی الرسول دعا کا فاعل ہو نہ کہ مفعول بہ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے ارشاد نے واضح کر دیا کہ سیاق وسباق کے علاوہ نحوی

ترکیب کے اعتبار سے یا محمد کی بحث کو اس آیت سے کوئی مناسبت نہیں ہے بلکہ سیاق و سباق اور نحوی ترکیب اسی پہلے معنی کی تائید کرتی ہے جو ہم نے گزشتہ سطور میں عرض کیے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جو تمہیں کسی اجتماعی کام کے لئے بلانا ہے اسے آپس میں ایسے نہ ٹھرالو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کو غیر ضروری التعمیل ٹھراتے ہو۔ اس سلسلے میں دیگر مفسرین کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

علامہ اسماعیل حقی نے اسی معنیٰ کو ترجیح دی

علامہ، فہامہ، عارف، اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ صاحب تفسیر روح البیان نے اسی معنیٰ کو ترجیح دی ہے جو ہم نے عرض کیے اور اسی ترکیب کو بیان فرمایا جو ہم نے بیان کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

لَاتَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ اَلْمَصْدَرُ مُضَافٌ اِلَى الْفَاعِلِ اَىْ لَا تَجْعَلُوْا دَعْوَتَهُ وَ اَمْرَهُ اِيَّاكُمْ فِى الْاِعْتِقَادِ وَالْعَمَلِ بِهَا كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً۔ (تفسیر روح البیان ج ٦ ص ١٨٥)

یعنی لاتجعلوا دعاء الرسولِ بینکم میں مصدر (دعا) اپنے فاعل (الرسول) کی طرف مضاف ہے یعنی رسول اللہ ﷺ جو تمہیں بلائیں اور حکم فرمائیں اسے اپنے اعتقاد و عمل میں ایسے نہ ٹھرالو جیسے تم ایک دوسرے کے بلانے کو (غیر ضروری العمل) ٹھراتے ہو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ٦٠٦ھ اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں اس آیت کے کئی ایک معنی ہیں جن میں سے ایک یہ کہ:

لَا تَجْعَلُوْا اَمْرَهُ اِيَّاكُمْ وَ دُعَاءَهُ لَكُمْ كَمَا يَكُوْنُ مِنْ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اِذْ كَانَ اَمْرُهُ فَرْضًا لَازِمًا وَ هُوَ اخْتِيَارُ الْمُبَرِّدِ وَالْقَفَّالِ وَ (هٰذَا) الْوَجْهُ الْاَوَّلُ اَقْرَبُ اِلَى نَظْمِ الْاٰيَةِ (تفسیر کبیر ج ٢٣ ص ٣٩)

تم آنحضرت ﷺ کے حکم کو جو تمھیں فرمائیں ایسے نہ سمجھو جیسے تم ایک دوسرے کے حکم کو سمجھتے ہو۔ کیونکہ آپ کا امر اور آپ کے بلانے پر حاضر ہونا تم پر لازم ہے یہی معنی امام مبرد اور امام قفال کا مختار و پسندیدہ ہے۔

اس کے بعد امام صاحب نے دوسرے معنوں کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اَلْوَجْهُ الْاَوَّلُ اَقْرَبُ اِلٰی نَظْمِ الْآیَةِ یعنی پہلا معنی آیت کے سیاق وسباق کے قریب تر ہے۔ علامہ ابی الفضل شہاب الدین محمود آلوسی م ۱۲۷۰ھ روح المعانی میں فرماتے ہیں: اَیْ لَا تَقِیْسُوْا دُعَاءَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ عَلٰی دُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا فِیْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ (روح المعانی ج۱۸ص۲۰۳)
ترجمہ: یعنی یہ جو آنحضرت ﷺ تمھیں بلاتے ہیں اس بلانے کو کسی حال میں بھی تم آپس میں ایک دوسرے کے بلانے پر قیاس نہ کرو۔

علامہ آلوسی دوسرے معنی کو بیان کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں:

اَلْاَظْهَرُ فِیْ مَعْنَی الْآیَةِ مَاذَکَرْنَاهُ اَوَّلًا (ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ)
یعنی آیت کے معنی میں زیادہ ظاہر و مناسب وہی ہے جسے ہم نے سب سے پہلے ذکر کیا۔

اس کے بعد دوسرا معنی یہی کرتے ہیں کہ تم آنحضرت ﷺ کی اس دعا سے بچو جو ناراضگی کی حالت میں تمھارے خلاف فرمائیں۔ کیونکہ وہ رد نہ ہوگی جیسے وہ فرمائیں گے ویسے ہی ہو جائے گا۔ لہذا تم آنحضرت ﷺ کو اپنے اوپر ناراض نہ کرو۔

آنحضرت ﷺ کی ہر دعا مقبول ہے

آپ کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی لہذ آنحضرت ﷺ کی بد دعا سے ڈرتے رہنا اور آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہنا چاہیے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی

اللہ عنہما سے دوسرا وہ معنی مروی ہے جسے امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اور امام بغوی متوفی ۵۱۶ھ اپنی اپنی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں۔

دَعْوَةُ الرَّسُوْلِ عَلَيْكُمْ مُوْجِبَةٌ فَاحْذَرُوْهَا يَقُوْلُ اِحْذَرُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ عَلَيْكُمْ اِذَا اَسْخَطْتُمُوْهُ فَاِنَّ دُعَاءَهُ مُوْجِبٌ لِنُزُوْلِ الْبَلَاءِ بِكُمْ لَيْسَ كَدُعَاءِ غَيْرِهِ۔

(تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۸ ص ۱۳۲ و تفسیر معالم التنزیل للبغوی علیٰ ہامش الخازن ج ۵ ص ۹۲)

آنحضرت ﷺ کی بددعا مقبول بارگاہ الٰہی ہے اس سے ڈرو، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بددعا مقبول ہے جب تم آپ ﷺ کو ناراض کرو گے تو تم پر مصیبت آنے کو ان کی بددعا مقبول ہوتی ہے آپ ﷺ کی بددعا دوسروں کی بددعا کی طرح نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء پر منحصر ہے) مقبول ہو یا نہ ہو۔

ابن جریر طبری کا پسندیدہ معنی

امام ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ اس کے بعد حضرت مجاہد والا معنی لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ترش روئی اور تیور چڑھا کر ''یا محمد'' نہ کہو بلکہ تواضع و انکساری سے یارسول اللہ کہا کرو۔ امام ابن جریر دونوں معنی لکھنے کے بعد دونوں معنوں کو سیاق وسباق کے آئینہ میں دیکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَاَوْلَى التَّاوِيْلَيْنِ فِىْ ذٰلِكَ بِالصَّوَابِ عِنْدِىْ اَلتَّاوِيْلُ الَّذِىْ قَالَهُ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ (ابن جریر طبری ج ۱۸ ص ۱۳۲)

یعنی ان دونوں معنی میں سے میرے نزدیک اقرب الی الصواب وہی معنی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمودہ ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ''یا محمد'' کے عدم جواز والا معنی اَولیٰ نہیں ہے بلکہ اولیٰ یہی معنی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بددعا کی طرح نہ ٹھراؤ۔ کیونکہ تمھاری بددعا کی قبولیت یقینی نہیں ہے جبکہ آپ ﷺ کی بددعا کا قبول ہونا یقینی ہے وہ دعا کریں یا بددعا وہ بہر حال اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبولیت حاصل کر کے رہتی ہے۔

حضور ﷺ کی دعا کے قبول ہونے کے سلسلے میں ایک اعتراض

حضور ﷺ کی دعا قبول ہونے کے سلسلے میں مخالفین ایک اعتراض کرتے ہیں کہ سنیوں (اھلسنت و جماعت) کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہ ہر دعا قبول ہوتی ہے ، درست نہیں ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے بارے میں دعا مانگی کہ وہ آپس میں لڑکر ایک دوسرے کی خون ریزی نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرمادیا اس معلوم ہوتا ہے کہ کبھی آپ ﷺ کی دعا قبول نہیں بھی کی جاتی لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ آپ ﷺ کی ہر دعا قبول ہوتی ہے؟

جواب: جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہر دعا بلا شک وشبہ قبول ہوتی ہے یہی حق و صواب ہے آپ ﷺ کی دعا رد کیسے ہوسکتی ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُوْنِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

(سورہ مؤمن آیت ٦٠)

خدا تعالیٰ عام مومن کی دعا بھی رد نہیں کرتا

خدا تعالیٰ ایک عام مومن (صالح) کی دعا بھی رد نہیں کرتا تو رسول اللہ ﷺ کی دعا کیسے رد ہوسکتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُرَدُّ دُعَاءَ الْمُؤْمِنِ

وَ اِنْ تَاَخَّرَ ۔ (روح المعانی ج ۱۸ ص ۲۰۴)

جب ایک عام مومن صالح کی دعا کا یہ عالم ہے کہ وہ قبول ہو کر رہتی ہے اگرچہ تاخیر سے کیوں نہ ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ کی تو شان ہی اور ہے اور حدیث قدسی ہے کُلُّھُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَ کَیَا مُحَمَّدُ اے پیارے ستائش والے نبی سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تمھاری رضا چاہتا ہوں یقیناً یقیناً آپ ﷺ کی دعا قبول ہے جو شخص یہ کہے کہ آپ ﷺ کی دعا رد ہو سکتی ہے وہ آپ ﷺ کی شان سے ناواقف ہے۔

دعا کی قبولیت کی تین صورتیں ہیں

امام سہیلی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۸۱ھ اَلرَّوْضُ الْاُنُف میں فرماتے ہیں کہ دعا کی قبولیت کی متعدد (تین) صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کو اس کا مطلب فوراً عطا کر دیتا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ دعا میں جس چیز کی طلب کی گئی ہے اس سے بہتر چیز عطا فرما دیتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مطلوب کے مقدار کے مطابق مصیبت دور فرما دیتا ہے کیونکہ نفع رسانی کی نسبت مصیبت سے بچانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے امام سُہیلی کا ارشاد دراصل حدیث ہی کے مطابق ہے جس میں قبولیتِ دعا کی یہی تین صورتیں حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمائی ہیں اور آپ کو اس دعا کے عوض شفاعت عطا کی گئی (بحوالہ روح المعانی ج ۱۸ ص ۲۰۴) چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں۔

اُمَّتِیْ ھٰذِہٖ مَرْحُوْمَۃٌ لَیْسَ عَلَیْھَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَۃِ وَعَذَابُھَا فِی الدُّنْیَا الْفِتَنُ

وَ الزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۳۲) (میری اس اُمّتِ مرحومہ کو آخرت میں عذاب نہ ہوگا (اس کے عوض) اسے دنیا میں فتنوں، زلزلوں اور (باہمی) قتل کے عذاب سے گزرنا ہوگا۔

گویا آنحضرت ﷺ نے جو دنیا میں اُمت کی سلامتی کی دُعا فرمائی تھی اس کا عوض اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دیا کہ اُمت کو آخرت کے عذاب سے جو دنیا کے عذاب کے مقابلے میں نہایت ہولناک اور شدید ہوگا سے بچا کر دنیا ہی کی تکالیف و مصائب سے گزارنا پسند فرمایا جو یقیناً حضور ﷺ کی دعا کی قبولیت کی بہتر صورت ہے پس جب امت کا فتنوں زلزلوں اور باہمی جنگ و جدال میں مبتلا ہونا اُمت کے اُخروی عذاب کے دفع کا باعث قرار پایا تو یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول نہیں فرمائی، درست نہ ہوگا کیونکہ عدم قبول کا معنی یہ ہے کہ مطلوب حاصل نہ ہو اور نہ ہی اس کا بہتر معاوضہ میسر آئے اور حدیث میں جو منع کا لفظ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص اس چیز کی طلب سے منع فرمایا کہ اس چیز سے بہتر چیز لینے پر راضی کر لیا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ (تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا) آتا ہے، یہی جواب علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۷۰ھ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں دیا ہے ملاحظہ ہو (تفسیر روح المعانی ج ۱۸ ص ۲۰۴)

جس معنی کی رو سے یا محمد ﷺ کی ممانعت ثابت کرتے ہیں وہ قول ضعیف ہے

مخالفین جس معنی کی رو سے یا محمد کہنے کی ممانعت ثابت کرتے ہیں وہ سیاق و سباق سے بعید ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے یہی وجہ ہے کہ مفسرین اسے قِيلَ سے بیان کرتے ہیں چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے:

وَقِيلَ لَا تَجْعَلُوْا اِنْدَاءَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَسْمِيَتَهُ كَنِدَاءِ

بَعْضِكُمْ بَعْضًا بِاِسْمِهٖ (حوالہ مذکورہ روح المعانی)

علامہ امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی م ۷۲۵ھ خازن لباب التا ویل المعروف تفسیر خازن میں فرماتے ہیں۔ وَقِيْلَ مَعْنَاهُ لَا تَدْعُوْهُ بِاِسْمِهٖ كَمَا يَدْعُوْا بَعْضُكُمْ بَعْضًا يَا مُحَمَّدُ يَا عَبْدَاللّٰهِ (لباب التاویل ج ۵ ص ۹۲) اور علامہ قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی م ۶۸۵ھ فرماتے ہیں: وَقِيْلَ لَا تَجْعَلُوْا نِدَاءَ هُوَ تَسْمِيَتُهٗ كَنِدَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا بِاِسْمِهٖ (انوار التنزیل للبیضاوی ج ۳ ص ۲۳۱) اس پر علامہ امام شہاب الملۃ والدین الخفاجی م ۱۰۲۹ھ فرماتے ہیں: لَمَّا كَانَ الْاَوَّلُ اَظْهَرُ مَرَّضَ هٰذَا وَ اَخَّرَهٗ (حاشیۃ الخفاجی علی البیضاوی ج ۶ ص ۴۰۲) یعنی جبکہ پہلا معنی اظہر تھا تو اس دوسرے معنی کو ضعیف قرار دے کر اسے مؤخر کر دیا۔

علامہ شہاب الدین محمد بن عمر م ۱۰۲۹ھ خفاجی کی اس تصریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس معنی کی رو سے یا محمد کہنے کی ممانعت ثابت کی جاتی ہے سرے سے وہ معنی لینا ہی ضعیف ہے اور ضعیف معنی حجت نہیں ہوتا اس لئے کہ یا محمد کہنے کی ممانعت پر نص قرآن میں موجود نہیں ہے۔

علماء وہابیہ کی شہادت

اس معنی کے سیاق وسباق سے بعید ہونے پر علماء وہابیہ کی شہادت بھی موجود ہے جیسا کہ جناب عبدالماجد دریا آبادی خلیفہ ومُرید تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

اے لوگو! رسول کو اس طرح نہ پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے رہتے ہو مثلاً یا محمد کہہ کر، منقول یہ تفسیر بھی ہے لیکن سیاق وسباق سے بہت بعید ہے۔

(تفسیر ماجدی ص ۷۶۸)

اور جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں: یہ تینوں مطلب اگرچہ معنی کے لحاظ

سے صحیح ہیں اور قرآن کے الفاظ تینوں کو شامل ہیں لیکن بعد کے مضمون سے پہلا مطلب ہی مناسبت رکھتا ہے!۔ (تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۲۷)

جواب بصورت تسلیم

اور اگر ہم اس آخری معنی کے ضعیف ہونے کے باوجود اسے تسلیم بھی کر لیں جب بھی یہ ہمیں مضر نہ ہوگا کیونکہ یا محمد کہنے کی ممانعت علی الاطلاق نہیں بلکہ علمی و اسمی معنی کے طور پر اور بلا قرینۂ تعظیم عامیانہ انداز سے کہنے کی صورت میں ہے اور یہ بلا شبہ ممنوع و منسوخ ہے۔ پہلے آپ کو یا محمد کہہ کر اسمی و علمی اور عمومی انداز سے پکارا جاتا تھا جسے بعد میں منع کر دیا گیا، چنانچہ امام ابن جریر طبری علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال الآخرون بل ذلک نهی من الله ان يدعوا رسول الله صلی الله علیه وسلم بغلظ و جفاء و امر لهم ان يدعوه بلين و تواضع ای لاتقولوا يا محمد فی تجهم (تفسیر ابن جریر ج ۱۸ ص ۱۳۴)

ترجمہ: اور دوسرے محققین کہتے ہیں کہ لاتجعلوا دعاء الرسول میں اللہ کی طرف سے اس بات کی ممانعت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سخت اور درشت لب و لہجہ میں پکاریں اور انھیں حکم ہے کہ وہ نرم اور متواضعانہ لب و لہجہ میں پکاریں اور ترش روئی سے یا محمد نہ کہیں (کہ عامیانہ طریقہ ہے)۔ جب پہلے پہل آپ ﷺ کے حضور بلند آواز سے بات کرنا منع نہ تھی، تو صحابہ کرام کی آوازیں آپ کے حضور بلند ہو جاتیں لیکن بعد میں آپ کے حضور آواز بلند کرنے کی ممانعت کر دی گئی یوں ہی آپ کو اسمی و علمی معنی کے اعتبار سے عمومی انداز میں نداء کرنے کی ممانعت نہ تھی بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔ اگر چہ صحابہ کبار آپکے ادب و احترام کا حتی الوسع خیال رکھتے تھے لیکن دوسرے مسلمان جو دور دراز رہنے کی وجہ سے حضورؐ کے آداب سے آراستہ نہ ہو پائے تھے ان میں سے بعض سے ایسی باتیں سرزد ہو جاتیں

تھیں جو اگرچہ عام طور پر خلاف ادب نہیں ہوتی تھیں تاہم بارگاہ نبوت کے شایان شان ادب کے تقاضے بھی پورے نہ کرتی تھیں، ان باتوں میں آپ کو آپ ؐ کے اسم گرامی کے ساتھ قرینہ تعظیم اور وصیفیت کی طرف توجہ کیے بغیر نداء کرنا بھی منع نہ تھا لیکن بعد میں منسوخ کر دیا گیا جیسا کہ عنقریب حوالے پیش کیے جائیں گے۔

آنحضرت کے اسم گرامی محمد ﷺ کی دو حیثیتیں

یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت کے اسم گرامی محمد کی دو حیثیتیں ہیں ایک اسمی وعلمی حیثیت ہے جس میں نام کے معنوں کا لحاظ نہ ہو جیسے عام لوگوں کے نام ہوتے ہیں جب ہم کسی کو اسکے نام سے پکارتے ہیں تو اس کے نام میں معنویت اور وصفیت کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ مثلاً کسی کا نام اس کے ماں باپ نے ''چراغ دین'' رکھا ہے۔ اس کا نام رکھتے وقت اس کے ماں باپ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بچے کو دین کا چراغ کرے گا اور جب اس بچے کو کوئی دوسرا شخص اسی نام سے پکارتا ہے تو اس سے محض اس کی شخصیت کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس کی شخصیت کو متوجہ کرنے کے ساتھ اس کے نام کی وصفیت کے ذریعے اس کی مدح و توصیف مقصود نہیں ہوتی لیکن آپ ﷺ کے اسم گرامی کی بات اس سے مختلف ہے۔

حضور ﷺ کے اسم گرامی میں شروع سے ہی وصفیت ملحوظ تھی

کیوں کہ جب آپ کا اسم گرامی ''محمد'' آپ ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے تجویز فرمایا تھا اس وقت آپ کے اسم گرامی میں وضعی اور وصفی معنی کو ملحوظ رکھا گیا۔ چنانچہ سیرت حلبیہ میں ہے؛

لَا یَخْفٰی اَنَّ جَمِیْعَ اَسْمَاءِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُشْتَقَّۃٌ مِنْ صِفَاتٍ قَامَتْ بِہٖ تُوْجِبُ لَہُ الْمَدْحُ وَالْکَمَالُ فَلَہٗ مِنْ کُلِّ وَصْفٍ اِسْمٌ یہ بات مخفی نہ رہے کہ آپ ﷺ کے تمام اسماء گرامی ایسی صفات سے ماخوذ ہیں جو آپ میں پائی جاتی ہیں جن سے آپ کی مدح وکمال ثابت ہوتا ہے پس ہر وصف سے آپ ﷺ کا ایک اسم گرامی ماخوذ ہے۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۲۸)

علامہ امام علی بن برھان حلبی علیہ الرحمہ م ۱۰۳۳ھ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے اسم گرامی میں وصفیت کا معنی ملحوظ ہے اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں جس کا ترجمہ عرض ہے: آپ ﷺ کا اسم گرامی **''محمد''** آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب نے رکھا، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ؛ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی پیدائش کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا ایک مینڈھے کو ذبح کیا گیا اور آپ کا نام آپ کے جدامجد نے **''محمد''** رکھا تو ان سے عرض کی گئی کہ اے ابوالحارث (یہ حضرت عبدالمطلب کی کنیت ہے) آپ نے اپنے پوتے کا نام محمد کیونکر رکھا ہے؟ اس کا نام اپنے آباء کے نام پر کیوں نہیں رکھا؟ دوسری روایت میں ہے کہ یہ نام آپ کے آباء اور آپ کی قوم میں سے کسی کا نہیں ہے آپ نے جواب دیا،

اَرَدْتُ اَنْ یَّحْمِدَہُ اللّٰہُ فِی السَّمَاءِ وَیَحْمِدَہُ النَّاسُ فِی الْاَرْضِ۔

کہ میں نے ان کا نام محمد (حمد سے ماخوذ) اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اور لوگ زمین پر اس کی حمد وتعریف کریں۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ اس مشہور روایت کے مطابق ہے جس میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے جدامجد نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام پر آپ کا نام محمد رکھا اس میں ان کی مراد نیک شگون تھی کہ مخلوق ان کی حمد وتعریف کرے گی۔ کیونکہ آپ ایسی پیاری خصلتوں کے مالک واقع ہوں گے جو قابل تعر

یف وستائش ہوں گی اور واقعی آپ ﷺ ایسے ہوئے اور اسی لئے محمد، محمود سے ابلغ ہے اور اسی طرف حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔

فَشَقَّ لَهٗ مِنْ اسْمِہٖ لِیُجِلَّهٗ

فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم گرامی (**محمود**) سے آپ ﷺ کے اسم گرامی (**محمد**) کو بنایا تو عرش والا المحمود ہے اور یہ محمد ہیں۔ علامہ موصوف آگے چل کر فرماتے ہیں:

واما هذا فهو الذی یحمده اهل السمآءِ والارض و اهل الدنیا والآخرة

(سیرت حلبیہ ج ۱ص ۱۳۲)

یہ محمد وہ ہیں جن کی آسمان والے اور زمین والے اور دنیا و آخرت والے تعریف کرتے ہیں۔ یعنی جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد نے نام رکھتے وقت حمد کا تصور کیا تھا ویسے ہی ہوا کہ آسمان و زمین اور دنیا و آخرت والے آپ کی تعریف سے رطب اللسان ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں:

اَنَّ مُحَمَّدًا مَنْ کَثُرَ حَمْدُ النَّاسِ لَهٗ ۔ کہ محمد کہتے ہی اس ذات والا صفات کو ہیں جن کی لوگ بکثرت تعریف کرتے ہیں اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نام مبارک میں وصفیت شروع سے ہی ملحوظ تھی ہے اور رہے گی۔ (کفار کا اعتراف کہ آپ کے اسم گرامی میں وصفی معنی ملحوظ ہے)۔ اس بات کا کفار بھی اعتراف کرتے تھے کہ آپ کے اسم گرامی میں وصفی معنی ملحوظ ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو کفار "**محمد**" (تعریفوں والے) کی بجائے مذمم (برائی والے) کہہ کر گالیاں دیتے تھے اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ (مشکوۃ ج۲ ص ۵۱۵)۔

ترجمہ: کیا تمھیں یہ بات عجیب نہ لگے گی کہ اللہ تعالی مجھ سے قریش کی گالی گلوچ کو کیسے پھیرتا ہے وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور میں تو **محمد** (تعریفوں والا) ہوں۔

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کفار آپ کے اسم گرامی کے وصفی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نام سے گالی دینا اپنی حماقت تصور کرتے تھے یعنی وہ سمجھتے تھے کہ جنھیں ہم گالی دیتے اور برا بتاتے ہیں اور جس نام سے ہم انھیں پکارتے ہیں وہ تو محمد ہے اور محمد کا معنی بار بار تعریف کیا ہوا ہے اور یہ نام اس بات سے پاک ہے کہ ہم اس کی طرف برائی کی نسبت کریں ایک طرف تو زبان پر ان کا نام محمد لیں اور دوسری طرف سے اسی کو برا بتائیں اس سے بڑھ کر کم عقلی کی کون سی بات ہوگی لہذا ان کا نام محمد نہ لیا کرو بلکہ مذمم کہہ کر گالی دیا کرو۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے اسم گرامی محمد میں حمد و تعریف کا وصفی معنی بڑی شہرت رکھتا ہے۔ لہذا اس مبارک نام میں جو وصفیت ہے اس کے اعتبار سے آپ کو ندا کرنا بلاشبہ جائز ہے اور ممانعت کا تعلق اس بات سے ہے کہ آپ کے اسم گرامی کو ادب واحترام کے بغیر عامیانہ انداز میں یا عام لوگوں کی طرح زبان پر لاکر قرینہ تعظیم کے بغیر عام طریقے سے نداء کی جائے۔ چنانچہ مفسرین نے یہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی: چنانچہ "كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" میں کاف تشبیہ سے واضح ہے یعنی تم آنحضرت ﷺ کو ایسے نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو ظاہر ہے ہمارا ایک دوسرے کو پکارنا عامیانہ طریقے سے ہوتا ہے اور خالی نام سے پکارنا ہوتا ہے جس میں وصفی معنی ملحوظ ہی نہیں ہوتا اور یا پس پردہ دیو ار حجرہ عامیانہ طریقے سے نداء کرنا اور بجائے اس کے کہ آپ ﷺ کے تشریف لانے

کا انتظار کیا جائے آپ کی گھریلو مصروفیات یا استراحت و آرام میں حائل نہ ہوا جائے آپ ﷺ کو پس دیوار نداء کر کے آپ کے آرام وسکون میں خلل انداز ہونا بھی ممنوع ہے جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے وَالنِدَاءُ وَرَاءَ الْحُجُرَاتِ۔(روح المعانی ج ۱۸ ص ۲۰۴) یعنی (آپ کے آرام وسکون کا خیال کیئے بغیر) حجروں کی دیوار کے پیچھے آپ کو عامیانہ طریقے سے نام لے کر مت بلاؤ۔اور امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں؛

ذٰلِکَ نَھْیٌ مِنَ اللّٰہِ اَنْ یَّدْعُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِغِلْظٍ وَ جِفَاءٍ وَاَمَرَ لَھُمْ اَنْ یَّدْعُوْہُ بِلِینٍ وَ تَوَاضُعٍ وَلَا یَقُوْلُوْا یَا محمد فِي تَجَھُّمٍ۔(تفسیر ابن جریر طبری ج ۸ ص ۱۳۴)

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی ممانعت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سخت درشت (بے ادبی سے) اور ترش لب ولہجہ میں یا محمد کہہ کر پکارا جائے اور اس میں تواضع سے پکارنے کا حکم ہے یہ روایت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ سے ہے۔معلوم ہوا کہ مطلقاً یا محمد سے پکارنا منع نہیں بلکہ قرینۂ تعظیم کے بغیر عام لوگوں کی طرح پکارنا منع ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ کا اسم گرامی سے پکارنا آپ کے ادب کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی بھی ذاتی ہے لہذا ''یا اللہ'' سے نداء بھی جناب باری تعالیٰ میں سوءادبی ہوگی۔ایک چیز اگر نبی کی شان کے خلاف ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف بطریق اولیٰ ہوسکتی ہے لہذا ''یا اللہ'' کہنا بھی درست نہ ہوگا۔اسی طرح عثمانی صاحب جن کا تعلق دیوبندی مکتب فکر سے ہے لکھتے ہیں: نیز مخاطبات میں حضور ﷺ کے ادب وعظمت کا پورا خیال رکھنا چاہیئے، عام لوگوں کی طرح ''یا محمد'' وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے۔انھوں نے بھی ہمارے دعوے کی تائید کی

ہے کہ مطلقاً یا محمد کہنے کی ممانعت نہیں بلکہ عام لوگوں کی طرح (کسی بھی ایسے طریقے سے جس میں تعظیم کا پہلو نہ نکلتا ہو) آپ کو نداء نہ کریں۔

ایک اعتراض کا جواب

یہاں پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے کہ علمیت اور وصفیت دو متضاد چیزیں ہیں یہ جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ علمیت میں تعین اور وصفیت میں تعمیم ہے تعین و تخصیص کے مقابلہ میں تعمیم ہے اور ان میں تضاد ہے اور علم میں وصفیت کا اعتبار کرنا جبکہ علمیت بھی باقی ہو غلط ہے کیونکہ وصفیت کو جب علم بنا دیا جاتا ہے تو اس کی وصفیت ختم ہو جاتی ہے اور جب وصفیت کا لحاظ ہو تو علمیت ختم ہو جاتی ہے جس سے اسم نکرہ ہو جاتا ہے اگر محمد میں وصفی معنی مراد ہوں تو نکرہ ہو جائے گا جبکہ یہاں نکرہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے حضور ﷺ کی ذات مراد ہوتی ہے لہذا اس میں وصفیت کا اعتبار غلط ہو جاتا ہے چنانچہ نحو کی کتابوں میں ہے اَلْعَلَمِيَّةُ تُنَافِي الْوَصْفِيَّةَ۔

کیا علمیت اور وصفیت جمع ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نحوی قاعدہ کلیہ نہیں اکثریہ ہے یعنی اکثر اعلام میں وصفی معنی نہیں ہوا کرتا اور اکثر اعلام کی علمیت وصفیت کے منافی و مخالف ہے لیکن بعض اعلام ایسے ہیں جن میں علمیت کے ساتھ وصفیت بھی معتبر ہے چنانچہ علامہ رضی شرح کافیہ میں فرماتے ہیں: وَالْاَكْثَرُ فِي الْعَلَمِيَّةِ عَدَمُ مُرَاعَاتِهِ کہ اکثر اعلام کی علمیت میں وصفیت ملحوظ نہیں ہوتی اس کے بعد علامہ رضی اس کی دو مثالیں بیان کرتے ہیں اور دوسری مثال وہی ہے جو ہمارا موضوع سخن ہے چنانچہ فرماتے ہیں وقول حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

فشق لہ من اسمہ لیجلہ

فذو العرش محمود وھذا محمد

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اسم گرامی کو اپنے اسم گرامی سے نکالا تا کہ آپ کی عظمت وجلالت کو ظاہر فرمائے پس عرش کا مالک محمود ہے اور یہ نبی ﷺ محمد ہیں۔

(شرح کافیہ للرضی ج اص ۵۶ طبع بیروت)

خدا تعالیٰ اور آنحضرت ا کے تمام اسماء مبارکہ میں وصفی معنیٰ ملحوظ ہے

اس سلسلے میں علامہ ابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔ بخوف طوالت عربی عبارت کی بجائے اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی (محمد) آپ کا مشہور ترین اسم گرامی ہے اور یہ اسم مبارک حمد سے ماخوذ ہے اور یہ اصل میں حمد سے ماخوذ اسم مفعول ہے اور اسم مبارک محمود (یعنی آپ ﷺ) کی تعریف وستائش اور آپ کی محبت وعظمت پر فائز ہونے کو ظاہر کرتا ہے اور یہی حمد وستائش کی حقیقت ہے اور یہ (۱) مُعَظَّم (عظمت دیا گیا) (۲) ومحبب (محبوب بنایا گیا) (۳) ومسوّد (سرداری دیا گیا) (۴) ومبجل (جلالت دیا گیا) وغیرہ ایسے اسماء کی طرح مُفَعَّل کے وزن پر ہے اور یہ وزن تکثیر کے لئے موضوع ہے پھر اگر اس سے اسم فاعل اخذ کیا جائے تو اس کا معنیٰ ایک ایسے شخص کا ہوگا جس سے حمد وستائش کرنے کے فعل کا کثرت سے اور بار بار عمل میں آیا ہو جیسے مُعَلِّمْ و مُفَهِّم و مُبیِّن و مُخَلِّصْ و مُفَرِّجْ وغیرہ ہیں اور اگر حمد سے اسم مفول (مُفَعَّل کے وزن پر) اخذ کیا جائے تو اس کے معنیٰ ایک ایسی ذات کے

ہوں گے جس پر (جس کے حق میں) استحقاقاً یا فی الواقع فعل کا وقوع بکثرت اور بار بار عمل میں آیا ہو تو محمد وہ ہو گا جس کی تعریف کرنے والے بکثرت بار بار تعریف کریں یا وہ اس بات کا مستحق ہو کہ اس کی بار بار تعریف کی جائے اور محمد ایک ایسا اسم مبارک ہے جو بیک وقت علم ہے اور وصف بھی۔ آپ کے اسم مبارک محمد میں علمیت اور وصفیت دونوں جمع ہیں اگرچہ یہ دوسرے بہت سے لوگوں کے حق میں جنھیں اس نام سے موسوم کیا جائے علَم محض ہے وصف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور آپ ﷺ کے باقی اسماء مبارکہ کا بھی یہی حال ہے کہ یہ اسماء مبارکہ ایسے اعلام و اسماء ہیں جو ایسے معانی پر دلالت کرتے ہیں جو اوصاف ہیں لہذا ان اسماء گرامی میں علمیت اور وصفیت میں کوئی تضاد نہیں۔ دوسری مخلوق کے نام ان مبارک ناموں کے برعکس ہیں (کہ ان میں علمیت اور وصفیت جمع نہیں ہوتی) پس وہ اللہ و خالق و باری و مصور و قہار ہے تو اس کے یہ اسماء ایسے معانی پر دلالت کر رہے ہیں جو اس کی صفت ہیں اسی طرح قرآن و فرقان و کتاب مبین وغیرہ اس کتاب کے اسماء ہیں اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کے اسمائے گرامی محمد و احمد و ماحی ہیں اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے حدیث روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں (ان میں سے کچھ یہ ہیں) میں محمد ہوں اور میں احمد و ماحی (مٹانے والا) ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے پس آنحضرت ﷺ نے اس فضل کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص کر نوازا بیان کرتے ہوئے ان اسماء کا ذکر کیا اور (ساتھ ہی) ان کے معانی کی طرف اشارہ فرمایا ورنہ اگر اسماءِ گرامی اعلام محضہ (خالی نام) ہوتے جن کا کوئی معنی نہ ہوتا تو یہ حضور ﷺ کی مدح پر دلالت نہ کرتے اسی لیے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے

فرمایا:

فشق لہ من اسمہ لیجلہ

فذو العرش محمود وھذا محمد

اور اسی طرح امام ابو القاسم عبد الرحمٰن سہیلی متوفی ۵۸۱ھ اپنی کتاب الروض الانف میں فرماتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ حضور کا نام محمد رکھیں پھر فرماتے ہیں۔

فَوَافَقَ مَعْنَی الْاِسْمِ صِفَةَ الْمُسَمّٰی بِہٖ (الی ان قال) وَ ظَهَرَ مَعْنٰی اِسْمِهٖ فِیْهِ عَلَی الْحَقِیْقَةِ (الروض الانف ج۲ص ۲۹۶ـ۲۹۷)

ترجمہ: پس آپ ﷺ کے اسم گرامی کا معنی آپ کی صفت کے مطابق ہوگیا اور حقیقی طور پر آپ کی ذات میں آپ کے اسم کے معنی کا ظہور ہوگیا۔

نیز امام سہیلی علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کے اسم مبارک کی تحقیق میں وہی تحقیق فرمائی ہے جو علامہ ابن قیم نے فرمائی ہے بلکہ کچھ اضافہ کے ساتھ۔ (الروض الانف ج۱ص ۱۰۶)

خلاصہ جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی میں علمیت و وصفیت دونوں جمع ہیں علامہ رضی کے بقول علمیت اور وصفیت یکجا جمع نہ ہونے کے کا قاعدہ اکثریہ ہے قاعدہ کلیہ نہیں ہے لہذا حضور ﷺ کے اسماء گرامی ان اسماء میں سے ہیں جو اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں اور علامہ ابن قیم کے بقول یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ و قرآن کریم اور آپ ﷺ کے اسماء گرامی کے علاوہ دوسری مخلوق کے ناموں سے متعلق ہے۔ لہذا آپ ﷺ کا اسم گرامی محمد بہ یک وقت آپ کا علم بھی ہے اور آپ کی صفت بھی۔ لہذا آپ ﷺ کے امتی جب یا محمد سے آپ کو نداء کرتے ہیں تو اس سے آپ ﷺ کے اس نام اقدس کا وصفی معنی مراد و ملحوظ ہوتا ہے خالی نام مراد نہیں ہوتا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ صَلّٰی

اَللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن ۔

جواز، نداءیا محمد کے دلائل حدیث کی روشنی میں

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ لَا تَجْعَلُو ادُعَاءَ الرَّسُوْلِ کا اولین اور راجح معنی ہی یہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو جب وہ بلائیں آپس کے بلانے کی طرح نہ ٹھرالو بلکہ فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤ پھر بلا اجازت واپس نہ جاؤ اور یہ کہ تم آپ ﷺ کی بددعا سے ڈرو۔ اگر انھوں نے ناراض ہو کر تمھارے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کر دی تو وہ پوری ہو کر رہے گی ان کی دعا رد نہیں ہوتی اور یہ کہ تیسرا معنی جس کی رو سے نداء یا محمد کی ممانعت ثابت کی جاتی ہے سیاق وسباق سے بعید ہے لیکن با ایں ہمہ بفرض تسلیم اس میں مطلقاً یا محمد سے ندا کرنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ عامیانہ طریقے سے، ترش روئی اور سخت لب ولہجہ سے جس میں ادب واحترام کا پہلو نہ ہو نداء کرنے کی ممانعت ہے جیسا کہ بِغِلْظٍ وَّ جِفَاءٍ اَوْ فِیْ تَجَھُّمٍ کے الفاظ تفسیر طبری سے نقل کیے گئے اور یہ کہ جیسے عام لوگوں کو ان کے نام کے ساتھ کسی وصفی معنی کا لحاظ کیے بغیر پکارا جاتا ہے۔ اس طرح آپ کو پکارنا منع ہے۔ ہاں اگر وصفی معنی کا لحاظ ہو اور ادب واحترام اور عقیدت کے قرینہ کے ساتھ ہو تو آپ کے اسم گرامی سے آپ کے حضور میں نداء عرض کی جا سکتی ہے، تو آیئے اب ہم احادیث اور ان کی شروحات کی روشنی میں نداء یا محمد کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

ایک عجیب وغریب سائل

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص اچانک ظاہر ہوا اس کے کپڑے نہایت سفید، بال نہایت سیاہ اور اس پر سفر کی کوئی علامت دیکھنے میں نہ آتی تھی اور ہم میں

سے بھی اُسے کوئی نہ پہچانتا تھا۔ وہ آپ ﷺ کے قریب ہوا حتیٰ کہ اپنے زانوؤں کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملا کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ حضور ﷺ کے دونوں زانوؤں پر رکھ دیے اور کہا، ''یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِی عَنِ الْاِسْلَامِ'' اے محمد مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اسلام لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دینا اور پنجگانہ نمازیں قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور استطاعت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا ہے سائل نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا سائل نے اس کے بعد کئی سوال کیئے پھر چلا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافی دیر کے بعد میں نے اس عجیب وغریب سائل کے بارے میں آپ ﷺ سے سوال نہ کیا کہ وہ کون تھا۔ پھر آپ ﷺ نے خود ہی فرمایا کہ اے عمر تمھیں معلوم ہے کہ وہ سائل کون تھا۔ میں عرض کی اللہ و رسولہ اعلم کہ خدا اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں آپ نے فرمایا: فَاِنَّهٗ جِبْرِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم ص۱۱) کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمھیں تمھارے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ یہ عجیب وغریب سائل جبریل علیہ السلام تھے جنھوں نے بارگاہ نبوت میں حاضری دی اور سوالات دریافت کرنے کا طریقہ بتایا، اس میں انھوں نے آپ ﷺ کو یا محمد سے خطاب کیا۔ اگر یا محمد کو محض علم تصور کیا جائے اور اس میں وصفی معنی کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ ممنوع ومنسوخ ہوگا، کما قال العلام النووی علیہ الرحمۃ اور اگر اس میں وصفی معنی ملحوظ ہوں تو پھر منسوخ نہ ہوگا۔ لہذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے وصفی معنی کے اعتبار سے آپ کو یا محمد سے خطاب کیا، علمی معنی کے اعتبار سے نہیں۔ چنانچہ اسی حدیث کے تحت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ مرقاۃ شریف میں فرماتے ہیں۔ قَصَدَ بِهِ الْمَعْنَی الْوَصْفِیُّ دُوْنَ الْمَعْنَی الْعَلَمِیِّ۔

کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے یا محمد سے وصفی معنیٰ کا قصد کیا علمی معنی کا نہیں۔ اور جناب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں یہی جواب دیا ہے ملاحظہ ہو (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶)

حدیث جبریل پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر یہاں کسی صاحب کو یہ اعتراض سوجھے کہ حدیث جبریل میں بعض روایات میں یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ بھی آیا ہے اور ہو سکتا ہے وہی صحیح ہو۔ اس احتمال کے پیش نظر حدیث جبریل سے یا محمد کے جواز پر استدلال کیونکر درست ہوگا۔

'' اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ '' کہ احتمال مخالف کے وقت استدلال باطل ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ انھیں اس طرح جمع کیا جائے گا کہ پہلے حضرت جبریل نے آپ کو یا محمد سے نداء کی پھر یا رسول اللہ سے مخاطب ہوتے رہے۔ لہذا کوئی تعارض نہ ہوا۔ چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

وَيُجْمَعُ بَيْنَ الرِّ وَايَتَيْنِ بِانَّهُ بَدَأَ اَوَّلاً بِنِدَائِهِ بِاسْمِهِ لِهٰذَ االْمَعْنىٰ ثُمَّ خَاطَبَهُ بِقَوْلِهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۰۸)

اور دونوں روایتوں کے درمیان یوں تطبیق دی جائے گی کہ پہلے جبریل علیہ السلام نے اسم یا محمد سے ندا کی پھر یا رسول اللہ سے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

کچھ حضرات یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کہیں بھی حضور ﷺ کو یا محمد سے مخاطب نہیں کیا جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کے اسماء

گرامی سے نداء کی گئی ہے تو جب اللہ تعالیٰ بھی آپ ﷺ کا احترام فرماتا ہے اور اس کے خالق و مالک نے بھی اس کے اسم سے قرآن مجید میں نداء نہیں فرمائی تو ہمارے لئے کہاں جائز ہے کہ آپ ﷺ کو یا محمد سے نداء کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں آپ ﷺ کو یا محمد سے نداء نہ فرمانا اس کے ناجائز اور آپ ﷺ کی شان میں سوء ادبی کی دلیل نہیں قرار پاتا۔ اگر یہ بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی آپ ﷺ کو یا محمد سے نداء نہ فرماتا۔ حالانکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ روز قیامت آپ ﷺ کو یا محمد سے نداء فرمائے گا جبکہ آخرت سے قبل اللہ تعالیٰ کا یا محمد فرمانا ثابت ہے۔

حدیثوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت حضور اکو یا محمد کہہ کر نداء فرمائے گا۔

اس سلسلے میں احادیث تو بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو یا محمد کہہ کر نداء فرمائے گا۔ لیکن یہاں صرف حدیث شفاعتِ کبریٰ کے حوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت میں خدا تعالیٰ کے حضور سربجود ہوں گا فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَہْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ

(مشکوٰۃ ج۲ ص ۴۸۹ بحوالہ بخاری و مسلم شریف)

ترجمہ: تو مجھ سے کہا جائے گا یا محمد (اے تعریفوں والے جیسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلی یا ایہا النبی کا لغوی معنی فرماتے ہیں اے غائب کی خبر دینے والے) اپنا سر اٹھاؤ اور کہو آپ کی بات کی شنوائی ہوگی اور مانگو جو مانگو گے عطا ہوگا اور شفاعت

فرمائیے آپ کی شفاعت قبول ہوگی اگر نداء یا محمد آپ کے حق میں مطلقاً ناجائز اور
آپ کے احترام کے منافی ہے تو کیا خدا تعالیٰ جس نے دنیا میں آپ کا احترام فرمایا اور
یا محمد سے نداء نہ فرمائی روز قیامت بھول جائے گا۔ (معاذ اللہ) یا سر محشر آپ کے احترام
کو بالائے طاق رکھ دے گا العیاذ باللہ۔ سبحان اللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بھولنے
سے پاک ہے اور آپ ﷺ کے احترام کے منافی بات کرنے سے بھی منزہ ہے۔ اس
کے سوا چارہ نہیں کہ ہم ندائے یا محمد کو بہ معنی وصفی جائز قرار دیں اور ان واعظانہ باتوں
کو دلیل حرمت نہ ٹھرائیں اور مانیں کہ یا محمد سے بہ معنیٰ علمی قرینہ تعظیم کے بغیر ندا کرنا
ایک عامیانہ نداء ہے جو یقیناً ادب واحترام سے خالی ہونے کی وجہ سے ممنوع ومنسوخ
ہے نہ کہ وصفی معنیٰ سے۔ کیوں کہ اس میں آپ کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔

شب معراج نداء آئی یا محمد

حدیث معراج میں ہے کہ جب پینتالیس نمازیں معاف ہوگئیں اور پانچ
باقی رہ گئیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے نداء آئی:

يَا مُحَمَّدُ اِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوٰاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْر

(مشکوۃ ج۲ ص ۵۲۸)

اے تعریفوں والے نبی ہر دن اور رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں ہر نماز کا
ثواب دس نمازوں کے برابر ہے۔

دعا کے جواب میں نداء آئی یا محمد

اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ
میری امت ہمہ گیر قحط سے ہلاک نہ کی جائے اور ان پر ان کے سوا (باہر سے) کسی

دشمن کو مسلط نہ کیا جائے جو انھیں نیست و نابود کردے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَضَیْتُ قَضَاءً فَاِنَّهُ لَا یُرَدُّ وَاِنِّیْ اَعْطَیْتُكَ لِاُمَّتِكَ اَنْ لَا اُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَةٍ الخ (مشکوۃ ج۲ص ۵۱۲ بحوالہ مسلم)

اے تعریفوں والے نبی میں نے ایک بات کا فیصلہ کیا ہے جو رد نہ ہوگا اور میں نے آپ کی امت کے لئے آپ کو یہ دیا ہے کہ انھیں ہمہ گیر قحط سے ہلاک نہ کروں گا۔

اس میں اللہ تعالیٰ کا آنحضرت ﷺ کو یا محمد سے نداء فرمانا ثابت ہے۔ اسی طرح کی اور بے شمار حدیثیں ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا یا محمد سے آپ کو نداء کرنا ثابت ہے لہذا یہ بات محل نظر قرار پاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں اس لئے یا محمد سے آپ کو مخاطب نہیں فرمایا کہ یہ بات آپ کے احترام و عظمت کے منافی تھی۔

نعرۂ یا محمد و یا رسول اللہ

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ انصار مدینہ منورہ کو آنحضرت ﷺ کے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لانے کا علم ہوا تو ان کی خوشی و مسرت کا عجیب عالم تھا اور وہ خوشی کا اظہار یوں کرنے لگے۔

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَ النِّسَاءُ فَوْقَ الْبُیُوْتِ وَ تَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِی الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

(صحیح مسلم شریف ج۲ص ۴۱۹)

تو مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام راستوں میں پھیل گئے سب یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ، کی نداء کر رہے تھے۔

یا محمد اور یا رسول اللہ کی نداء اور نعرہ حدیث سے ثابت ہو گیا جو لوگ نعرۂ رسا
لت کے قائل نہیں ہیں بلکہ اسے بدعت قرار دیتے ہیں انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ نعرۂ
رسالت بدعت نہیں بلکہ انصار صحابہ رضوان اللہ علیہم کی سنت مطہرہ ہے صحابہ کی سنت اور
ان کے طریقے کو بدعت کہنے والے اس حدیث پر غور کریں اور راہ راست پر آ کر حق
قبول کریں۔ اس بحث کے ضمن میں نعرۂ رسالت اور یا رسول اللہ کہنے کے جواز پر
روشنی ڈالنا مناسب ہوگا۔ لہذا عرض ہے کہ

نعرۂ رسالت کے جواز کا نا قابل تردید ثبوت

نعرۂ رسالت کے جواز کا نا قابل تردید ثبوت نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ
اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھنا ہے یہاں کلمہ نداء یعنی حرف ''یا'' محذوف ہے اور تقدیر عبارت
یوں ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَیُّھَاالنَّبِیُّ ، یَا اَیُّھَاالنَّبِیُّ اور یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ میں
نداء کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، جب نماز میں یَا اَیُّھَاالنَّبِیُّ پڑھا جاتا ہے اور اس
میں قریب و بعید کی تفریق نہیں کی جاتی تو نماز سے باہر یا ایہا النبی یا نبی اللہ اور یا رسول
اللہ بہ طریق اولیٰ جائز ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے جو لوگ نماز سے باہر یا رسول اللہ
کہنے کو منع کرتے ہیں نماز وہ بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَیُّھَاالنَّبِیُّ پڑھتے ہیں۔ اگر
ایک لفظ نماز سے باہر نا جائز اور شرک ہوتا ہے تو نماز میں بطریق اولیٰ نا جائز اور شرک
ہونا چاہیے۔ شرک ہر جگہ شرک ہی ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک چیز باہر تو جائز ہو مگر
نماز میں وہ شرک اور نا جائز نہ رہے۔

ہمیشہ ہمیشہ یا رسول اللہ کہنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب و باعث برکت ہے

احادیث و فقہ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ ہمیشہ یا رسول اللہ کہنا نہ صرف جائز

بلکہ مستحب اور باعث برکت ہے۔ اس سلسلہ میں بے شمار حوالہ جات پیش کیے جا سکتے ہیں جنہیں کوئی ذی شعور نہیں ٹھکرا سکتا بالخصوص فقہ حنفی کے علماء و فقہاء اسے نہ صرف جائز بلکہ مستحب بتاتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے ہر اس شخص کو اسے تسلیم و قبول کرنے میں ذرہ بھی تامل و تردد سے کام نہیں لینا چاہئے جو اپنے آپ کو فقہ حنفی کا قائل کہتا ہے۔

یارسول اللہ کہہ کر انگوٹھے چومنے کا عمل حضورا کو پسند آیا

یارسول اللہ کہہ کر انگوٹھے چومنے کا عمل آپ ﷺ کو پسند آیا اور آپ نے ایسا عمل کرنے والے کو اپنے ساتھ جنت میں لے جانے کا مژدہ جانفزا سنایا تفسیر روح البیان میں علامہ کامل امام اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۳۷ھ آیت درود کے تحت لکھتے ہیں۔ بوجہ طوالت اس کا ترجمہ عرض کیا جاتا ہے: ترجمہ:

متعدد مقامات میں درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ ان مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ جب اذان میں آپ کا اسم گرامی سنا جائے۔ امام قہستانی اپنی شرح کبیر میں کنز العباد سے روایت کرتے ہیں کہ جب موذن پہلی بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تو سننے والے کو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْ لَ اللّٰہ اور دوسری بار کہے تو اپنے انگوٹھوں کو (چوم کر) آنکھوں پر ملتے ہوئے کہے۔

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْ لَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِا لسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کہے آنحضرت ﷺ اسے جنت میں لے جائیں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں، کہ انگوٹھوں کی پشت آنکھوں پر ملتے ہوئے یوں کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِا لسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ اور صلوات نجمی میں فرماتے ہیں کہ دونوں انگوٹھوں کو آنکھوں پر رکھے، ملے نہیں اور محیط شریف میں ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ستون مسجد کے پاس تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے برابر بیٹھے

تھے (نماز کا وقت ہوا) حضرت بلالؓ اٹھے اور اذان دینے لگے جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْ لُ اللّٰه کہا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھتے ہوئے کہا قُرَّةُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه (اے اللہ کے رسول میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ سے ہے) جب حضرت بلالؓ اذان سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے ابوبکر! جو شخص اسی طرح کرے گا جس طرح تو نے کیا، اللہ تعالیٰ اس کے جدید و قدیم عمد اور خطا کے گناہ معاف کرے گا۔

حضرت امام ابو طالب محمد بن علی مکی مرفع اللہ درجتہ قوت القلوب شریف میں حضرت امام ابن عیینہ رحمہ اللہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ دس محرم کو مسجد میں تشریف لائے۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد ستون مسجد کے پاس جلوہ گر ہوئے (حتیٰ کہ اذان کا وقت ہو گیا)۔ حضرت بلالؓ نے اذان شروع کی جب انھوں نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْ لُ اللّٰه کہا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر ملے اور کہا قُرَّةُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه (اے اللہ کے رسول آپ سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک ہوتی ہے) جب حضرت بلالؓ اذان سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! جو شخص میری محبت و شوق وصل میں وہی کہے گا جو تم نے کہا اور اسی طرح کرے گا جس طرح تم نے کیا اللہ تعالیٰ اس کے نئے پرانے، خطا، عمد باطن اور ظاہر (غرضیکہ سارے) گناہ معاف کرے گا اور میں اس کے گناہوں کی معافی کی شفاعت کروں گا اور مضمرات میں اسی طرح منقول ہے اور قصص الانبیاء وغیرہ میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے انھیں آپ ﷺ سے ملنے (یعنی آپ کے نور مبارک کی زیارت) کا شوق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ وہ آپ کی پیٹھ سے ہیں اور آخر زمانہ میں ظہور

فرمائیں گے۔ انھوں نے پھر آپ ﷺ کی ملاقات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی اور حضور ﷺ کے نور مبارک کو آپ کے دائیں ہاتھ کی مُسبّحہ انگلی میں کر دیا تو وہ نور مبارک اسمیں (ظاہر ہوکر) اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے لگا اور اسی لئے اس انگلی کا نام (حدیث میں) مُسبّحہ رکھا گیا جیسا کہ الروض الفائق میں ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے جمال مبارک کو حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں انگوٹھوں کے دونوں ناخنوں میں جو شیشے کی طرح صاف وشفاف تھے ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے نے اپنے انگوٹھوں کے دونوں ناخنوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر ملا تو حضرت آدم علیہ السلام کا یہ عمل آپ کی اولاد کے لیئے اصل و بنیاد قرار پایا۔ جب حضرت جبریل نے حضور ﷺ کو حضرت آدمؑ کا واقعہ بتایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ فَقَبَّلَ ظَفْرَی اِبْهَامِیْهِ وَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْهِ لَمْ یَعْمَ اَبَدًا (یعنی جس نے اذان میں میرا اسم گرامی سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی دونوں آنکھوں پر ملا وہ کبھی بھی اندھا نہ ہو گا)۔

امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع میں صحیح نہیں اور مرفوع وہ حدیث ہوتی ہے جسے کوئی صحابی حضور ﷺ سے روایت کرے اور شرح یمانی میں ہے کہ دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھ پر ملنا مکروہ ہے کیونکہ اسکی کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی اور جو وارد ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ فقیر (یعنی امام العارفین حضرت اسماعیل حقی کہتا ہے کہ علماء کرام سے صحیح طور پر یہ ارشاد منقول ہے کہ عملیات (غیر اعتقادی امور) میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز (و مستحب) ہے

حدیث مذکور کا مرفوع نہ ہونا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس کے مضمون پر عمل نہ کیا جائے اور امام قہستانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمل کو مستحب ٹھرایا ہے آپ نے بالکل ٹھیک کیا ہے اور امام ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ کا ارشاد جو انھوں نے اپنی کتاب قوت القلوب میں فرمایا ہے ہمیں کافی ہے کیونکہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی صاحب سلسلہ سہروردیہ نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں امام ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ کے وفورِ علم و کثرت حفظ اور قوتِ حال کی گواہی دی اور اپنی کتاب میں وہ تمام باتیں درج کردیں جو امام موصوف نے اپنی کتاب قوت القلوب میں بیان کیں خدا تعالیٰ ارباب حال کو حق کے بیان کرنے اور جھگڑنے کو ترک کرنے میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ (تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۲۸/ ۲۲۹) اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ جہاں حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور محبت میں آپ کے اسم گرامی کو سن کر چومنا کوئی غیر معتبر بات نہیں بلکہ یہ عمل متعدد احادیث سے مؤید ہو کر حجت قرار پاتا ہے اگرچہ وہ احادیث ضعاف (ضعیف) ہیں اور صحت کی شرط کو نہیں پہنچتیں تاہم حدیثِ ضعیف کسی عمل کے جائز اور باعث اجر و ثواب ہونے کو کافی ہُوا کرتی ہے۔

رفع حدیث کی دو قسمیں ہیں

اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ حدیث کا رفع یعنی مرفوع ہونا دو قسم پر ہے ایک رَفعٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ اور دوسرا رَفعٌ اِلَی الصَّحَابَۃِ یعنی پہلی قسم کسی حدیث کا آپ ﷺ تک پہنچنا دوسری قسم کسی صحابی تک پہنچنا ہے یہ جو محدثین نے فرمایا ہے کہ حدیث مرفوع ہونے کے اعتبار سے صحیح نہیں ان سے مراد قسم اول کے رفع کی نفی

ہے قسم ثانی کی نہیں کیونکہ محدثین نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اس حدیث کا رفع صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ثابت ہے لہذا مطلقاً اس کے رفع کی نفی مراد لینا صحیح نہیں ہے چنانچہ امام المحققین حضرت مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۱۴ھ موضوعاتِ کبیر میں اس حدیث سے متعلق فرماتے ہیں:

مَنْ فَعَلَ مِثْلَ ذَالِکَ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِيْ (اِلٰی اَنْ قَالَ) قُلْتُ وَ اِذَا ثَبَتَ رَفْعُهٗ اِلَی الصِّدِّيْقِ فَيَكْفِى الْعَمَلُ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ وَ قِيلَ لَا يُفْعَلُ وَ لَا يُنْهٰى وَ غَرَابَةُ لَا تُخْفٰى عَلٰى اُوْلِی النُّهٰى (موضوعات کبیر ص۶۴ طبع دہلی)

جس نے ہمارا اسم گرامی اذان میں سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر ملے (اور وہ پڑھا جو مذکور ہوا) اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ثابت ہو چکا تو یہ بات اس پر عمل کرنے کو کافی ہے (کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں) کیوں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے اور بعض کی طرف سے کہا گیا ہے کہ نہ تو یہ عمل کیا جائے اور نہ ہی اس سے روکا جائے اس رائے کا عجیب و غریب (نامناسب ہونا) عقلمندوں پر ظاہر ہے۔

(مطلب یہ ہے کہ یہ عمل مبارک کرنا یا نا کرنے کی رائے دورنگی رائے ہے اصل رائے یہ ہے کہ حضور کے نام مبارک کو سن کر ادب سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائیں فقط! قادری غفرلہ)

دکھتی آنکھوں کا مجرب علاج

حضرت محدث محمد طاہر بن علی ہندی پٹنوی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۸۶ھ تذکرۃ

الموضوعات میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء ومحدثین کرام سے مروی ہے کہ: جو شخص آنحضرت کا اسم گرامی اذان میں سن کر اپنے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو مسبحہ (شہادت والی) انگلیوں سے ملا کر انھیں چوم کر آنکھوں پر ملے گا اسکی آنکھیں کبھی نہیں دکھیں گی اور امام ابن صالح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کرام سے سنا ہے کہ انگوٹھے آنکھوں پر ملتے وقت یوں کہتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا حَبِیْبَ قَلْبِیْ وَ یَا نُوْرَ بَصَرِیْ وَ یَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ یہ عمل کرنے والے بزرگ فرماتے ہیں کہ جب سے میں یہ کرنے لگا ہوں میری آنکھیں کبھی نہیں دکھیں اور سارے بزرگوں نے اس کا تجربہ کیا اور حضرت خضر علیہ السلام سے (بھی اسی طرح مروی ہے اور) ایسے ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (تذکرۃ الموضوعات ص ۳۴ طبع دمشق) اسی طرح کتب فقہ میں بھی اس عمل کو مستحب لکھا گیا ہے چنانچہ فقیہہ خراسان امام شمس الدین محمد الخراسانی علیہ الرحمۃ جامع الرموز شریف میں فرماتے ہیں:

وَ اعْلَمْ اَنَّہٗ یَسْتَحِبُّ اَنْ یُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّھَادَتَیْنِ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَعِنْدَ سَمَاعِ الثَّانِیَۃِ مِنْھَا قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ثُمَّ یُقَالُ اللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَیِ الْاِبْھَامَیْنِ عَلَی الْعَیْنَیْنِ فَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ قَائِدًا لَّہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ۔ (جامع الرموز شریف ج ا ص ۵۶ طبع لکھنؤ)

یعنی پہلی بار اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اذان میں سن کر کہنا چاہیے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور دوسری بار سن کر کہنا چاہے قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بعد اس کے کہ دونوں انگوٹھے اپنی آنکھوں پر ملے یہ مستحب ہے کیونکہ

آنحضرت ﷺ ایسا کرنے والے کو جنت میں لے جائیں گے۔اسی طرح علامہ زماں حضرت شیخ احمد طحطاوی علیہ الرحمۃ م ۱۲۳۱ھ شرح مراقی میں فرماتے ہیں کہ یہ عمل مستحب ہے اور فرماتے ہیں: ذَکَرَهُ الدَّیْلَمِیُّ مِنْ حَدِیْثِ اَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعاً (اِلٰی اَنْ قَالَ) وَکَذَا رُوِیَ عَنِ الْخَضِرِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَبِمِثْلِہٖ یُعْمَلُ فِی الْفَضَائِلِ (طحطاوی شرح مراقی ص ۱۱۱ طبع کراچی)

کہ اس حدیث کو امام دیلمی نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے اور اس قسم کی حدیثوں پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے۔اسی طرح خاتمۃ الفقہاء المتاخرین سیدی امام ابن عابدین م ۱۲۵۲ھ ردُّ المختار شرح الدُّرّ المختار (فتاویٰ شامی) میں فرماتے ہیں غرض یہ کہ فقہائے کرام نے تا قیامت اذان میں یہ عمل مستحب و باعث اجر و ثواب و موجب شفاعت و استحقاق جنت قرار دیا ہے اور اس میں یا سیّدی یا رسول اللہ کہا جاتا ہے اور اس کے کہنے کی ترغیب ہے (فتاویٰ شامی ج ا ص ۳۹۸ طبع مصر) (جو ہمارے علوم عصریہ کے طلباء کرام کی تنظیم انجمن طلباء اسلام کا معروف نعرہ اور امتیازی نشان بھی ہے) اور اس میں فقہاء نے کسی قسم کی شرط عائد نہیں کی کہ اس خیال سے کہے اور اس خیال سے نہ کہے یہ شرط علماء دیوبند و وہابیہ کی خود ساختہ اور بے بنیاد ہے (اور ان گروہوں میں عناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہے۔اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ)۔لہٰذا علی الاطلاق ہمہ وقت اور بالخصوص حضور ﷺ کے اسم گرامی کو سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر ملنا نہ صرف مستحب ہے بلکہ باعث شفا بھی ہے اور آج کے دور میں اہل سنت کی علامت بھی ہے کہ جو اسے روا سمجھے وہ سنی اور جو اسے بدعت و ناروا بتا کر محروم ہوں وہ وہابی ہے۔نیز علامہ عبدالحئی لکھنوی بھی اسے مستحب لکھتے ہیں۔

(السعایہ شرح شرح الوقایہ ج ۲ ص ۴۲)

قبروں سے نکلنے کا عجیب منظر

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام ختلی دیباچے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی سند سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اَخْبَرَنِیْ جِبْرِیلُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُنْسٌ لِلْمُسْلِمِ عِنْدَ مَوْتِہٖ وَ فِیْ قَبْرِہٖ وَ حِیْنَ یَخْرُجُ مِنْ قَبْرِہٖ یَا مُحَمَّدُ لَوْتَرَاھُمْ حِیْنَ یَقُوْمُوْنَ مِنْ قُبُوْرِھِمْ یَنْفُضُوْنَ رُؤُسَھُمْ ھٰذَا یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَیَبْیَضُّ وَجْھُہٗ وَ ھٰذَا یُنَادِیْ یَا حَسْرَتَا عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ فَیَسْوَدُّ وَجْھُہٗ (بدور السافرہ ص ۷)

مجھے جبریل نے بتایا کہ لا الہ الا اللہ مرتے وقت اور قبر میں اور جب قبر سے نکلے گا مسلمان کے لئے باعث تسکین ہے اے محمد! (حمد وستائش والے نبی) کہیں آپ ﷺ مردوں کو اس وقت ملاحظہ فرمائیں جب وہ اپنی قبروں سے اپنے سروں کو جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوں گے کوئی کہتا ہوگا لَا اِلٰہَ اَلَّا اللّٰہُ وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پس اس کا منہ نور سے روشن ہوگا کوئی کہتا ہوگا مجھے افسوس ہے کہ میں نے خدا کے احکام نہ مان کر کوتاہی کا مرتکب ہوا پس اس کا منہ نافرمانی کی تاریکی سے سیاہ ہوگا۔

اس حدیث میں جہاں ندائے یا محمد کا ثبوت ہے وہاں مُردوں کے قبروں سے نکلنے کا عجیب اور سبق آموز منظر بتایا گیا ہے کہ خدا اور رسول کے فرمانبردار تسلی واطمینان سے قبروں سے خدا کی حمد وثناء پڑھتے کھڑے ہوں گے اور ان کے چہرے روشن ہوں گے جس سے اہل محشر ان کی سرخروئی پر رشک کرتے ہوں گے اور نافرمان لوگ اس

وقت افسوس کے ساتھ ہاتھ ملتے ہوں گے۔ العیاذ باللہ

اختیارات مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے مسند امام احمد کے حوالے سے حضرت انسؓ کی حدیث نقل فرمائی ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت مجھے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِکَ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ مَنْ شَھِدَ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَوْماً وَ احِداً مُخْلِصاً وَمَا تَ عَلٰی ذٰلِکَ (بدور السافرہ ص ۶۵) اے حمد وستائش والے نبی اپنی امت میں سے خدا کی مخلوق سے انھیں جنت میں داخل فرمایئے جنہوں نے ایک دن بھی خلوص قلب سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت دی اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوا۔ اس حدیث میں خدا تعالیٰ کا روز قیامت آپ ﷺ سے یا محمد کے ساتھ مخاطب ہونا اظہر من الشمس ہے نیز یہ کہ جنت آپ ﷺ کی جاگیر ہے۔ حضور ﷺ کے خدا کے حکم سے اپنے ماننے والوں کو اسے عطا فرمائیں گے۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تکمیل الایمان شریف میں ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محمد (یا محمد) ہمه کس رضائے من طلبند و من رضائے تو خواہم گفت راضی نشو م تا یك یك از امت من نیا مرزی۔ (تکمیل ایمان ص ۲۰)

ترجمہ: اے حمد وستائش والے نبی! سب لوگ میری مرضی چاہتے ہیں اور میں تیری مرضی چاہتا ہوں (اور چاہوں گا) آپ ﷺ نے عرض کی اے اللہ جب تک میری

امت کے ایک ایک شخص کو تو بخشے گا نہیں میں راضی نہ ہوں گا۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دراصل فارسی میں اس حدیث قدسی کا ترجمہ کیا ہے جو ان لفظوں سے مشہور ہے۔

كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَكَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ۔

امام جلال الدین سیوطی امام بزاز واوسطِ طبرانی وابونعیم منذری کے حوالے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَشْفَعُ لِاُمَّتِیْ حَتّٰی یُنَادِیْنِیْ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی أَرَضِيْتَ يَا مُحَمَّدُ فَيَقُوْلُ اَیْ رَبِّ رَضِيْتُ۔ (بدور السافرہ ص ۱۵۴)

میں شفاعت امت کروں گا حتیٰ کہ میرا پروردگار مجھے پکارے گا اے محمد (حمد وستائش والے) آپ راضی ہو گئے؟ تو آپ ﷺ عرض کریں گے اے اللہ میں راضی ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اسی حدیث کا ترجمہ فرماتے ہیں۔

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

بھلی بری تقدیر پر ایمان

علامہ شیخ محمد مدنی متوفی ۱۲۰۰ھ فرماتے ہیں کہ امام شیرازی نے القاب میں اپنی سند کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا مُحَمَّدُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ وَ لَمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ فَلْيَلْتَمِسْ رَبًّا غَيْرِیْ ۝ (الاتحافات السنیہ ص ۲۲)

اے حمد وستائش والے نبی جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور میری بھلی بُری تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا پروردگار تلاش کرے۔

اس حدیث میں ندائے یا محمد کے ثبوت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لانے کا بھی روشن بیان ہے نیز تقدیر فی نفسہٖ کوئی بری نہیں لیکن اسکے متعلقات برے ہیں۔ اس لئے شرک کی نسبت متعلقات کی طرف کی جاتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ جو مصیبت تمھیں پہنچتی ہے وہ تمھارے کرتوت کا نتیجہ ہے۔

اسم محمد نجات کا ضامن

اسی اتحاف شریف میں علامہ شیخ محمد مدنی علیہ الرحمۃ امام دیلمی کے حوالے سے حدیث قدسی نقل کرتے ہیں۔ آپ انے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا:

یَا مُحَمَّدُ لَا اُعَذِّبُ اَحَدًا یُسَمِّیْ بِاِ سْمِکَ بِا لنَّارِ۔

اے حمد وثناء والے نبی میں کسی شخص کو جو آپ کا ہم نام ہوگا اُسے دوزخ کی آگ سے عذاب نہ دوں گا۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو یا محمد سے نداء فرمانا تو اپنی جگہ ظاہر ہے مگر اسم محمد ﷺ کی برکتوں کا نظارہ بھی کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ومطلوب سے کس قدر محبت ہے کہ محض آپ ﷺ کے نام اقدس کی نسبت سے گناہ گاروں اور عذاب کے مستحقوں کو عذاب سے نجات دی جارہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ فَلَا تُعَذِّبْنِی لِاَ نِّیْ سَمَّیْتُ نَفْسِی مُحَمَّدًا راقم عرض گذار ہے وَاَنْ عُرِفْتُ بِغُلَامِ سَرْوَرِ بِجَاہِ حَبِیْبِکَ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ اَلصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَا تُ بِعَدَ دِ کُلِ ذَرَّۃِ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ۔

فقر وغنا اور مرض وصحت میں حکمت خداوندی

علامہ موصوف اسی کتاب میں امام حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ کے حوالہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور یوں عرض کی:

یَا مُحَمَّدُ اِنَّ رَبَّکَ یَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامُ (تا آخر حدیث) یعنی اے حمد وستائش والے نبی اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ ﷺ سے کہتا ہے کہ میرے کچھ بندے ایسے ہیں جن کا ایمان غناء ودولت سے ہی درست رہتا ہے اور اگر میں انہیں تنگ دستی میں مبتلا فرمادوں تو وہ کافر ہو جائیں اور کچھ ایسے ہیں جن کا ایمان تنگ دستی سے ہی درست رہ سکتا ہے اگر میں ان کو دولت سے دوں تو وہ منکر ہو جائیں اور کچھ میرے بندے ایسے ہیں جن کا ایمان بیماری سے ہی درست رہ سکتا ہے اگر میں انہیں صحت مند کر دوں تو وہ میرے منکر ہو جائیں اور کچھ ایسے ہیں جن کا ایمان تندرستی سے ہی درست رہ سکتا ہے اگر میں انہیں بیمار کردوں تو وہ منکر ہو جائیں۔ (الاتحاف السعیہ ص ۴۴)

اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام کا حضور ﷺ کو یا محمد سے نداء کرنا ثابت ہے نیز فقر وغنا اور مرض وتندرستی میں جو خدا تعالیٰ کی حکمت مضمر ہے وہ بھی عیاں ہو گئی اگر ارباب فقر وسقم اس حدیث پر نظر رکھیں تو فقر وسقم یعنی تنگدستی وبیماری بھی خدا تعالیٰ کی نعمتیں متصور ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا دنیا سے خطاب

اسی کتاب میں سنن بیہقی کے حوالے سے حضرت قتادۃ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے جبریل کو ان صورتوں میں سب سے بہتر صورت میں نازل کیا جن میں وہ میرے حضور حاضر ہوا کرتے انھوں نے عرض کی:

اِنَّ اللّٰہ یُقرِئُکَ السَّلاَمَ یَامُحَمَّدُ اے حمد والے نبی اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا اور ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے دنیا سے کہا ہے کہ تو میرے اولیاء سے سرکشی کر، خرابی کر اور ان کے حق میں تنگ ہو جا اور ان پر سختی کرتا کہ وہ تجھ سے (بددل و پریشان ہو کر) میری ملاقات و وصال کو پسند کریں۔ (تیرے پاس رہنے کے مقابلے میں میرے پاس آنے کو ترجیح دیں) بلا شبہ میں نے دنیا اپنے دوستوں کیلئے قید خانہ اور کافروں کے لیے عیش و آرام کا گھر بنایا ہے۔ (الاتحاف السعیہ ص ۴۴)

اس حدیث میں نداء یا محمد کے ثبوت کے ساتھ علماء حق وصلحاء حضرات کو تسلی دی گئی ہے کہ دنیا کی پریشانیوں اور تنگ سامانیوں سے نہ گھبرائیں دنیا کی تنگ سامانی ان کی ترقی ءدرجات وخوشنودیٔ خدا تعالیٰ کا باعث ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے کیا مانگا

امام احمد نے مسند میں طبرانی نے اپنی معجم اور امام شیرازی نے القاب میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میرے صحابی ہو دنیا میں اور آخرت میں، اِنَّ اللّٰہ یَقظَنِیْ فَقَالَ یا مُحَمَّدُ اِنِّیْ لَمْ اَبْعَثْ نَبِیاً وَلاَ رَسُوْلاً اِلاَّوَ قَدْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُھَا اِیَّاہُ فَسَلْ یا مُحَمَّدُ تُعْطَہٗ (یعنی) اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ اے حمد وستائش والے نبی میں نے جس نبی اور رسول کو مبعوث فرمایا اس نے مجھ سے مانگا میں نے اسے عطا کیا آپ بھی اے حمد والے نبی مانگیئے آپ کو مانگی ہوئی چیز دی جائے گی میں نے عرض کی کہ میں روز قیامت اپنی امت کی شفاعت مانگتا ہوں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی

یارسول اللہ شفاعت کیا ہے؟ فرمایا میں روز قیامت عرض کروں گا اے میرے پروردگار میری شفاعت جسے میں نے تیرے پاس رکھ چھوڑا تھا (وہ آج مجھے دیجیے) تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ میری امت کے ان لوگوں کو جو دوزخ میں باقی رہ گئے ہوں گے ان کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔ (الاتحافات السنیہ ص ۱۰۴)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ کو دوبار یا محمد سے نداء کرنا ثابت ہے نیز حضور ﷺ کی شفاعت کریمہ سے ان گناہ گاروں کا دوزخ سے نجات پا کر جنت میں داخل ہونا بھی مسلّم ہے جنھیں ان کے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔

شب معراج میں خدا تعالیٰ نے حضورا سے کیا باتیں کیں

امام خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ وامام دیلمی نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں جب اللہ تعالیٰ اور میرے درمیان قوسین کا فاصلہ تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ قرب تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا، یا حبیبی یا محمد (اے میرے محبوب اے حمد والے نبی) میں عرض کی لبیک اے میرے پروردگار۔ فرمایا، کیا آپ کو اس بات کا غم ہے کہ میں نے آپ کو آخری نبی بنایا؟ میں عرض کی نہیں اے میرے پروردگار۔ فرمایا اے میرے محبوب، کیا آپ کو اپنی امت کی اس بات کا غم ہے کہ میں نے انھیں آخری امت بنایا؟ میں نے عرض کی نہیں، فرمایا میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہیے اور ان کو بتا دیجئے کہ میں نے ان کو اس لئے آخری امت بنایا کہ میں پہلی امتوں کو ان کے سامنے شرمندہ کروں اور ان کو پہلی امتوں کے سامنے شرمندہ نہ کروں۔

(الاتحافات السنیہ ۱۴۴۔۱۴۵)

اس حدیث میں نداء یا محمد کے علاوہ حضور کے وسیلہ جلیلہ سے آپ ﷺ کی اپنی امت کی فضیلت اور دوسری امت کے مقابلہ میں افضلیت بھی ثابت ہوتی ہے۔

سونے کا منبر

امام طبرانی نے معجم وحاکم نے مستدرک وامام ابن ابی الدنیا نے حسن ظن باللہ وامام بیہقی نے کتاب البعث وامام ابن عساکر نے اپنی تاریخ وامام ابن النجار نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روز قیامت انبیاء علیہم السلام کے لئے سونے کے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے اور میرا منبر باقی رہ جائے گا میں اس پر تشریف نہیں رکھوں گا اور اپنی امت کے لئے اپنے رب کے حضور اس اندیشے سے کھڑا رہوں گا کہ مبادا مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت باقی رہ جائے تو میں عرض کروں گا کہ اے میرے پروردگار۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ فرمائے گا مَا تُرِیْدُ اَنْ اَصْنَعَ بِاُمَّتِکَ یَامُحَمَّدُ اے حمد والے نبی! آپ کا کیا ارادہ ہے میں آپ کی امت سے کیا برتاؤ کروں؟ میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار! ان کا حساب جلد سے جلد کر دیا جائے پس میری امت کو پہلے بلایا جائے گا اور ان کا حساب کیا جائے گا کچھ تو اللہ کی (میری نسبت ایمانی کے طفیل) رحمت سے جنت میں بھیج دیے جائیں گے اور کچھ میری شفاعت سے، پس میں اپنی امت کی شفاعت کرتا جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے ایک کاغذ دیا جائے گا جس میں ان کی نجات کا حکم ہوگا جن کے حق میں اس سے قبل دوزخ کا حکم کیا جاچکا ہوگا حتیٰ کہ دوزخ کا خازن فرشتہ مجھے پکار کر کہے گا یا محمد

(اے حمد والے نبی) آپ نے تو اپنی امت کے بارے میں خدا کے غضب وعذاب کو باقی نہیں چھوڑا سب کی شفاعت کر کے ان کو بخشوا دیا۔

(الاتحاف السنیہ ص ۱۸۲)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ اور فرشتہ جہنم کا حضور ﷺ کو قیامت کے روز یا محمد سے نداء کرنا حدیث قدسی سے ثابت ہو گیا اور یہ کہ حضور ﷺ کو قیامت کے دن اپنی امت ہی کی فکر ہو گی۔ آخر کار یہ فکر ان کی نجات پر منتج رہے گی۔

نداء یا محمد کے ضمن میں ایک ایمان افروز حدیث

مشکوٰۃ شریف میں مسلم شریف کے حوالے سے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ کر ہتھیلی کی مانند کر دیا۔ میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھا اور بلا شبہ میری امت کا ملک وہاں تک پہنچ جائے گا۔ جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور مجھے دو خزانے دیئے گئے۔ ایک سرخ اور ایک سفید اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ وہ میری امت کو ہمہ گیر قحط سے تباہ نہ کرے۔ اور یہ کہ اُن کے علاوہ ان کے کسی دشمن کو ان پر مسلط نہ کرے جو انہیں نیست ونابود کر کے رکھ دے۔

وَاِنَّ رَبِّی قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنِّی قَضَیْتُ قَضَاءً فَاِنَّهٗ لَا یُرَدُّ وَاِنِّی اَعْطَیْتُکَ لِاُمَّتِکَ اَنْ لَا اُهْلِکُهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَاَنْ لَا اُسَلِّطَ عَلَیْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوٰی اَنْفُسِهِمْ فَیَسْتَبِیْحُ بَیْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَیْهِمْ مِنْ اَقْطَارِهَا حَتّٰی یَهْلِکَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَیَسْبِی بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۲)

اور میرے پروردگار نے فرمایا اے حمد وستائش والے نبی! میں نے ایک

فیصلہ کیا ہے وہ رد نہ ہوگا۔ میں نے تجھے تیری امت کے لئے یہ دیا کہ میں انہیں ہمہ گیر قحط سے تباہ نہ کروں گا اور اُن پر اُن کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط نہ کروں گا جو سب کو نیست ونابود کر کے رکھ دے اگرچہ اُن کے خلاف رُوئے زمین کے دشمن جمع ہو جائیں یہاں تک کہ آپ کی امت کے لوگ ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے (یعنی ایک دوسرے کو قتل کریں گے) اور ایک دوسرے کو قیدی بنائیں گے۔ سبحان اللہ، یہ کیسی ایمان افروز حدیث ہے اس میں یہ بات مومن صحیح العقیدہ کے عقیدہ کو کیسے منور کر رہی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روئے زمین کو سمیٹ کر ایسے کر دیا گیا جیسے کہ ہاتھ کی ہتھیلی پیش نظر ہے (مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۵ ص ۳۶۱) اور اس میں ہمارے موضوع سخن کے حق میں خصوصی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد (اے حمد وستائش والے نبی) سے خطاب فرما رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ جان جہاں روح کون ومکان، سید انس وجان، شفیع عاصیان فداہ روحی وابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کو وصفی معنی کے اعتبار سے یا محمد (اے حمد وستائش والے نبی) سے ندا کرنا حق وصحیح، اسی طرح قرینہ تعظیم کے ساتھ بھی ندائے یا محمد جائز ہے اور اسے مطلقاً ممنوع ٹھہرانا محل نظر ہے۔ اور شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''یَا مُحَمَّدُ اِنَّهُنَّ خَمسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرٌ فَذٰلِكَ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً الخ'' (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۲۸)

اے محمد (حمد والے نبی) یہ پانچ نمازیں دن اور رات میں میں نے فرض کی ہیں ہر نماز کا ثواب دس نمازوں کے ثواب کے برابر۔ تو ثواب کے اعتبار سے یہ پچاس نمازیں ہوئیں۔

اس میں بھی ندائے یا محمد کے ثبوت کے علاوہ اُمت مرحومہ کے لئے نوید

جانفزا بھی ہے کہ پانچ نمازیں پڑھیں اور پچاس کا ثواب پائیں۔ یہ وسیلہ جلیلہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات ہیں ''اَللّٰھُمَّ اَفِضْ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِ ھٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوٰتِ وَاَزْکَی التَّسْلِیْمَاتِ''

ندائے یا محمد کرنے والا منادئ غیب

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے شب معراج انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی (اِلٰی اَنْ قَالَ)

''فَحَانَتِ الصَّلٰوۃُ فَاَمَمْتُھُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلٰوۃِ قَالَ لِیْ قَائِلٌ یَا مُحَمَّدُ ھٰذَا مَالِکٌ خَازِنُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ فَالْتَفَتُّ اِلَیْہِ فَبَدَأَنِیْ بِالسَّلَامِ'' (مشکوٰۃ شریف ج۲ص۵۳۰)

تو نماز کا وقت ہو گیا پس میں نماز میں انبیاء کا امام بنا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو (غیب سے) کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد (حمد وستائش والے رسول) یہ دوزخ کا نگران فرشتہ مالک ہے۔ اسے اپنے سلام سے شرف بخشیں میں نے اس کی طرف نظر کرم فرمائی تو اس نے مجھے سلام عرض کرنے میں پہل کر دی۔

اس حدیث میں ندائے یا محمد کے علاوہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا امام الانبیاء وامام المرسلین ہونے کا ثبوت قلوب اہل ایمان کو جلا بخش رہا ہے اور یہ کہ باادب چھوٹے وہی ہیں جو آگے بڑھ کر بڑوں کے حضور سلام عرض کریں۔

حدیث ندائے یا محمد جس سے ایمان کی کلیاں کھل اٹھیں

طول حدیث کی وجہ سے ترجمہ پر اکتفا کرنا مناسب ہوگا۔

سیدنا و آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے پروردگار نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں۔ میں نے عرض کی اے پروردگار من وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر دوبارہ مشورہ فرمایا میں نے وہی عرض کیا پھر فرمایا ''لَا اُحزِنُکَ فِیْ اُمَّتِکَ یَا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وسَلَّم)'' اے حمد وستائش والے نبی میں تجھے تیری امت کے حق میں اداس نہ کروں گا اور مجھے خوشخبری دی کہ سب سے پہلے آپ کے ۷۰ ہزار اُمتی جنت میں داخل ہوں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ۷۰ ہزار (طفیلی) ہوں گے اُن سے کوئی حساب نہ لیا جائے گا۔ ''اَللّٰھُمَّ اجعَلْ ھٰذَا الْمُتَرجِمَ وَوَالِدَیہِ وَوَلَدِہٖ وَمَشَائِخِہٖ وَ اَسَاتِذَتِہِ الْکِرَامِ وَاَحْبَابِہٖ مِنْھُمْ آمِیْن آمین! آمین! بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِلٰی آخِرِ الْحَدِیْثِ شریف''

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۹۳ و خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۱۰)

اس حدیث جانفزا کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند شریف میں حضرت حُذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام جلال الملۃ والدین "علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ خصائص شریف میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد نے مسند اور امام ابوبکر شافعی نے غیلانیات اور امام ابونعیم و ابن عساکر بھی روایت فرماتے ہیں۔ اس میں بھی ثابت ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد سے ندا فرمائی اے حمد وستائش والے نبی اکرم آپ پر کروڑوں درود وسلام ہوں۔ یہ مشورہ احتیاجاً نہیں اعزازاً و تعلیماً تھا۔

واضح ہو کہ اس پر مخالفین اہلسنت نے اعتراض کیا تھا جس کا جواب راقم کے

آقائے نعمت سیدی قبلہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے الاھداء کے نام سے تحریر فرمایا ہے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ حررہ محمد قادری المعروف محمد سرور وغلام سرور قادری۔

ندائے یا محمد ﷺ دس رحمتیں

لیجئے نداء یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں دس رحمتوں کا انعام بھی ملاحظہ فرمایئے۔ یہ انعام ان کے لئے ہے جو ہمارے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک مرتبہ ہدیہ صلوۃ وسلام عرض کرتا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز طلوع اجلال فرمایا۔ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام میرے حضور حاضر ہوئے اور عرض کی ''اَمَا یُرْضِیکَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشَرًا وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْهِ عَشَرًا'' (نسائی شریف ج ا ص ۱۹۱) یعنی اے محمد (حمد وستائش والے نبی) کیا آپ اس بات کو پسند نہ کریں گے (ضرور کریں گے) کہ جو آپ کا اُمتی آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماؤں گا اور جو آپ کے حضور ایک مرتبہ سلام عرض کرے گا اس پر دس مرتبہ سلام فرماؤں گا۔

اس حدیث میں بھی ندائے یا محمد کے ثبوت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور صلوٰۃ وسلام عرض کرنے والوں کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اگر ایک مرتبہ صلوۃ وسلام عرض کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس رحمتیں اور دس سلامتیوں کے مستحق ہوں گے۔ اور امام نبہانی فرماتے ہیں کہ طبرانی شریف میں آتا ہے کہ اس شخص کے دس گناہ بھی معاف ہو

جاتے ہیں اور دس درجے بھی بلند ہونگے (سعادت دارین ص ۶۵) اس میں بقی بن مخلد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ خدا کی ناراضگی سے پناہ کا مستحق ہو جاتا ہے (سعادت دارین ص ۶۶)۔ اور دلائل الخیرات میں یوں بھی ہے ''یَا مُحَمَّدُ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْکَ اَحَدٌ اِلَّا صَلّٰی عَلَیْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ وَمَنْ صَلَّتْ عَلَیْهِ الْمَلَائِکَةُ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ'' (دلائل الخیرات مع المطالع ص ۲۳ طبع مصر) یا محمد! آپ ﷺ پر جو شخص درود بھیجتا ہے اس پر ستر ہزار فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور جس پر فرشتے صلوٰۃ بھیجیں وہ جنتی ہے۔ یہ حضور ﷺ ہی کا صدقہ کریمہ ہے۔ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

ندائے ''یا محمد'' حضرت جبرائیل وعزرائیل کی حضور ﷺ سے آخری گفتگو

یہ کہنا غلط ہوگا کہ نداء یا محمد مطلقاً ممنوع ہے اور جن احادیث سے ثابت ہے وہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ والی آیت سے منسوخ ہے کیونکہ آپ ﷺ کی وفات شریف کے وقت بھی حضرت جبرائیل وحضرت عزرائیل علیہما السلام نے آپ ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر جو گفتگو کی اس میں نداء یا محمد ہے پھر اسے کیونکر منسوخ قرار دیا جاسکتا ہے وہ حدیث ملاحظہ ہو۔ طویل حدیث کی وجہ سے ترجمہ عرض کیا جاتا ہے

''جب آپ مرض وفات سے بیمار ہوئے تو آپ کی خدمت اقدس میں حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کی ''یَامُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ تَکْرِیْمًا لَکَ وَتَشْرِیْفًا لَکَ خَاصَّةً لَکَ''

یعنی اے حمد وستائش والے نبی! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں

خاص کر آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے بھیجا ہے وہ آپ سے اس بات کا پوچھتا ہے جسے وہ آپ سے بہتر جانتا ہے فرماتا ہے کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا اے جبرئیل میں غمگین ہوں۔ پھر دوسرے روز حاضر ہوئے اور وہی سوال کیا، حضور نے وہی جواب دیا پھر تیسرے روز حاضر ہوئے اور وہی سوال کیا حضور نے پھر وہی جواب دیا اور جبرئیل امین کے ہمراہ ایک فرشتہ بھی حاضر ہوا جس کا نام اسمٰعیل تھا۔ (یہ فرشتہ پہلے آسمان پر مامور ہے) جو ایک لاکھ فرشتوں کا حاکم ہے، پھر ہر فرشتے کے تابع ایک لاکھ فرشتے ہیں۔ اسمٰعیل نامی فرشتے نے حاضر ہونے کی اجازت چاہی اور آپ نے اس فرشتے کے بارے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کون ہے تو حضرت جبرئیل نے اس فرشتے کا گزشتہ تعارف کرایا۔ پھر حضرت جبرئیل نے عرض کی، یہ فرشتہ موت حاضر خدمت ہے حاضری کی اجازت چاہتا ہے اس نے آپ سے پہلے کسی کی اجازت نہیں ﷺ چاہی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی سے چاہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے آنے دو، جبرئیل نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بلایا۔ انھوں نے حاضر ہو کر حضور کی خدمت میں سلام عرض کیا پھر عرض کی یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ اے حمد و ستائش والے نبی اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اگر حضور ﷺ اجازت دیں تو آپ ﷺ کی روح کو قبض کرلوں ورنہ میری کیا مجال کہ میں ایسا کروں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے عزرائیل تم اس خدمت کے لئے تیار ہو کر آئے ہو، عرض کی ہاں مجھے یہ حکم بھی ہے کہ میں آپ کی مرضی مبارک پر چلوں اس کے بعد سرکار نے حضرت جبرائیل کی طرف نظر کرم فرمائی۔ حضرت جبرئیل نے عرض کی یا محمد اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اِشْتَاقَ اِلٰی لِقَاءِ کَ۔ اے حمد و ستائش والے آقا! اللہ تعالیٰ آپ کی

ملاقات کا مشتاق ہے اس پر آپ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا تمھیں جس کا حکم ہے اسے کر گزرو چنانچہ انھوں نے روح انور کے قبض کرنے کی خدمت انجام دی الخ۔

(مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی ج ۲ ص ۵۴۹)

اس حدیث سے درج ذیل مسائل روشن ہو گئے ایک یہ کہ نداءِ یا محمد تعظیم و تکریم کے ساتھ یا بہ معنی وصفی جو مشعر تعظیم و تکریم ہے بلا شبہ جائز ہے اسے مطلقاً ممنوع ٹھرانا درست نہیں۔ بلکہ یہ اس صورت میں ممنوع ہے جب عامیانہ انداز میں ہو اور اس نداء میں تعظیم و تکریم کا کوئی لفظ یا قرینہ نہ پایا جائے اور جب کوئی قرینہ ہو خواہ مقالیہ یعنی درود شریف یا کوئی اور لفظ تعظیم ہو یا حالیہ یعنی نداء میں منکسرانہ و متواضعانہ لب ولہجہ ہو تو اس نداء کے جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں سرور دو عالم ﷺ کا مقام و مرتبہ نہایت بلند و بالا ہے۔ اللہ آپ کی تکریم و تعظیم کا حکم دیتا ہے ۔ تیسرا یہ کہ آپ کو رحلت تک امت ہی کا فکر و غم رہا ہے۔ چوتھا یہ کہ حضور ﷺ کی جناب میں اسمٰعیل نامی عظیم الشان فرشتہ بھی خادمانہ و غلامانہ طور پر شرف دیدار حاصل کرنے حاضر ہوا اور اس دولت سے بہرہ (حصہ) حاصل کر کے رہا۔ پانچواں یہ کہ حضور ﷺ کی بارگاہ کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ حضرت عزرائیل جیسا فرشتہ بھی بلا اجازت حاضر نہیں ہوا۔ چھٹا یہ کہ فرشتوں کو ہر حال میں آپ کی اطاعت کرنے اور آپ ﷺ کی مرضی کریمہ کو مقدم رکھنے کا حکم ہے ساتواں۔ یہ کہ انبیاء کو دنیا میں تشریف رکھنے اور دنیا سے رحلت فرمانے کا اختیار ہوتا ہے۔ آٹھواں یہ کہ حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ محبّ و طالب ہے اور آپ محبوب و مطلوب ہیں۔ نواں یہ کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کا قرب رکھنے والے حضرات وصال الٰہی اور لقاء خداوندی کو ہی

سب سے زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ دسواں یہ کہ بیمار پرسی کرنا سنت خداوندی ہے یہ بیمار پرسی تعلیم وترغیب کے لیے تھی۔ گیارھواں یہ کہ آپ کو اپنا نہیں امت اور دین کا فکر تھا۔ بارھواں یہ کہ آپ ﷺ بغیر علالت کے وفات فرمانے کی بجائے علالت کے ساتھ وفات پانے کو پسند فرماتے تھے اس لئے آپ کو علالت میں مبتلا کیا گیا آپ کی علالت بشری تقاضے یا بشری کمزوریوں سے متصف ہونے کی بناء پر نہ تھی بلکہ آپ کے اختیار و مرضی سے تھی (انسان العیون ج ۳ ص ۴۷۲)۔ چنانچہ امام زرقانی نے طبرانی شریف کے حوالے سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھی ہے کہ آپ ﷺ علالت کے بغیر وفات سے پناہ مانگتے تھے اور آپ ﷺ علالت کے ساتھ وفات پانے کو پسند فرماتے تھے اور ہر نبی کو یہی بات پسند تھی۔ (زرقانی شرح مواہب ج ۵ ص ۳۲۹) تیرھواں یہ کہ اچھے لوگوں سے مشورہ لینا سنت نبویہ ہے چودھواں یہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور کے مشیروں میں سے ہیں جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے کہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام میرے آسمانوں کے وزیر تھے اور وزیروں سے ہی مشورہ کیا جاتا ہے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما زمین کے وزیر و مشیر تھے آپ نے ان سے مشورہ نہ لیا کہ آپ جانتے تھے کہ وہ آپ کی جدائی کی بات برداشت نہ کر سکیں گے۔ پندرھواں یہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے بعد وحی لے کر کبھی زمین پر نہیں آئے اور نہ آئیں گے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نبوت و نزول وحی کا دعویٰ انتہائی جھوٹا ہے۔

ایک سوال اور جواب

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اشتیاق ملاقات مشتاق اور مشتاق الیہ کے

درمیان بُعد کو مستلزم ہے جبکہ اللہ تعالیٰ و مصطفےٰ ﷺ میں کوئی بُعد نہ تھا پھر اشتیاق ملاقات کا کیا معنی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کے لیے مشتاق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے حق میں چاہتا ہے کہ اسے دنیا سے آخرت کی طرف منتقل کر کے اسے مزید اپنا قرب عطا فرمائے اور اس کی عظمت و کرامت میں اضافہ فرمائے کما ورد مَنْ أَرَادَ لِقَاءَ اللّٰهِ أَرَادَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ۔

(شرح الشمائل ج ۲ ص ۲۰۷)

درود اور حُب علی

امام دیلمی مسند الفردوس میں سیدنا و مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

قُلْتُ لِجِبْرِيْلَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ وَ حُبُّ عَلِيٍّ۔ (سعادت دارین ص ۷۱)

میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ کون سا عمل پسند ہے انھوں نے عرض کی اے حمد و ستائش والے نبی! آپ ﷺ پر درود اور علیؓ کی محبت۔

اس میں ندائے یا محمد کے علاوہ درود شریف کے خدا تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ترین عمل ہونے کا بھی ثبوت ہے نیز یہ کہ مولا و محبوب کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ کی محبت بھی خدا تعالیٰ کو بہت پسند ہے لیکن یاد رہے کہ اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا بغض اور حُبّ علیؓ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ امام ابن الجوزی الوفاء باحوال المصطفےٰ ﷺ میں فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ روئے زمین پر یہ میری آخری حاضری ہے

کیونکہ میں آپ ہی کے لیے حاضر ہوتا تھا۔آپ ہی میری حاجت تھے
(دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۲۸۷)۔ اور امام علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی
م ۱۱۲۲ھ شرح مواہب میں امام ابونعیم کی روایت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ
حضرت عزرائیل علیہ السلام روح انور کو قبض کرنے کے بعد آنسو بہاتے ہوئے
آسمان پر چلے گئے۔امام (حلبی) الامام علی برہان الدین الشافعی م ۱۰۴۴ھ کی
انسان العیون شریف میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام
نے عرض کی ، اے محمد (حمد وستائش والے نبی) اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے
اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے پیارے مصطفےٰ ﷺ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو
تندرست کردوں اور آپ کو اس بارے میں کفایت کردوں اور اگر آپ چاہیں تو
میں آپ کو وفات دے دوں اور آپ کے طفیل آپ کی امت کو بخش دوں اسی
انسان العیون میں ایک اور روایت ہے کہ آپ چاہیں تو ہمیشہ دنیا میں تشریف
فرما رہیں پھر جنت میں تشریف لے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کو حضور ﷺ کی امت سے کس قدر محبت ہے: عجیب واقعہ

امام ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ
ایک شخص کے پاس سے گزرے جس نے ایک ہرنی کو شکار کرکے پکڑا ہوا تھا۔خدا کی
قدرت سے وہ ہرنی بول اٹھی کہ اے اللہ کے رسول میرے چھوٹے چھوٹے دودھ
پیتے بچے ہیں اور اس وقت وہ بھوکے ہوں گے (مجھے اپنی جان سے ان کی جان زیادہ

عزیز ہے) اس شخص کو حکم دیں یہ مجھے چھوڑ دے۔ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی آپ نے فرمایا اگر تو واپس نہ آئی تو پھر؟ اس نے عرض کی اگر میں واپس نہ آؤں تو اس شخص کی طرح ملعون ہو جاؤں جو آپ ﷺ کا اسم گرامی سنے اور آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے یا نماز پڑھے اور دعا نہ کرے آپ نے اس شخص سے فرمایا اسے جانے دو میں ضامن ہوں کہ یہ واپس آجائے گی اس نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ گئی اور بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

یَامُحَمَّدُ وَ اِنَّ اللّٰہَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ لَکَ وَ عِزَّتِیْ وَ جَلَالِیْ لَاَنَا اَرْحَمُ بَاُ مَّتِکَ مِنْ ھٰذِہِ الظَّبِیَۃِ بَاَ وْ لَا دِھَا وَ اَنَا اَرُدُّھُمْ اِلَیْکَ کَمَا رَجَعَتِ الظَّبِیَۃُ اِلَیْکَ۔ (سعادۃ الدارین ص ۲۱۸)

اے حمد وستائش والے نبی! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ سے فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم کہ جس قدر یہ ہرنی اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے مجھے اس سے کہیں زیادہ آپ ﷺ کی امت سے محبت و پیار ہے میں آپ کی امت آپ کے حوالے ایسے کروں گا جیسے اس ہرنی نے آکر اپنے آپ کو آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ اس حدیث میں ندائے یا محمد ﷺ کے علاوہ اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی رحمت عامہ جانوروں کو بھی شامل ہے اور یہ کہ آپ کی رسالت کا دائرہ کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور یہ کہ وعدہ وفائی بڑی اہمیت رکھتا ہے بشرطیکہ کسی جائز بات کا وعدہ ہو اور اس کا پورا کرنا اختیار میں ہو اور یہ کہ آپ ﷺ کے اسم گرامی کو سن کر دیدہ ودانستہ درود نہ پڑھنے والا خدا کی رحمت سے محروم ہے اور یہ کہ نماز کے بعد دعا نہ مانگنے والا بھی خدا کی رحمت سے محروم ہے خواہ یہ نماز پنجگانہ ہو یا

جمعہ یا نماز جنازہ۔

اول و آخر ظاہر و باطن ﷺ

امام ابو محمد حمر اپنی کتاب الملاذ والاعتصام میں حضرت ابن عباسؓ سے راوی ہیں: آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل میرے حضور حاضر ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا آخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ظَاہِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَاطِنُ، مجھے ان لفظوں سے جبریل کا سلام عجیب لگا تو میں نے کہا اے جبریل یہ صفات میرے جیسی مخلوق کے لیے کیوں کر ہو سکتی ہیں۔ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ کی ہی ہیں حضرت جبریل نے عرض کی: یَا مُحَمَّدُ اِعْلَمْ اَنَّ اللّٰہ تَعَالیٰ اَمَرَنِی اَنْ اُسَلِّمَ عَلَیْکَ بِھٰذَا السَّلَامِ لِاَ نَّہٗ اِخْتَصَّکَ بِہٖ دُوْنَ جَمِیْعِ الْخَلْقِ الخ یعنی اے حمد وستائش والے نبی آپ کو معلوم ہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ہی حکم دیا ہے کہ میں آپ کو انھیں الفاظ وصفات سے سلام عرض کروں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے آپ ہی کو ان خصوصیات سے نوازا ہے تو اس نے آپ کو اول قرار دیا کیونکہ آپ نبیوں میں اول نبی ہیں آپ ﷺ کے نور کو آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں ودیعت رکھا پھر وہ آپ کو ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے آپ کو آخری زمانہ میں ظاہر فرمایا اور اس نے آپ کا نام آخر رکھا کہ آپ اس زمانہ میں سب سے آخری نبی ہیں اور رہتی دنیا تک آپ آخری نبی ہیں۔ اور اس نے آپ کو باطن کے نام سے موسوم فرمایا کیونکہ اس نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال قبل عرش کے پائے پر آپ کے نام گرامی کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھ دیا پھر اس نے مجھے آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم صادر فرمایا فَصَلَّیْتُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ اَلْفَ عَامٍ بَعْدَ

اَلْفِ عَامٍ پس اے حمد و ستائش والے نبی میں نے ہزاروں سال آپ پر درود پڑھا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشیر و نذیر اور داعی الی اللہ باذنہ اور سِرَاجاً مُنِیراً بنا کر مبعوث فرمایا اور اس نے آپ کو ظاہر کہا کیوں کہ اس نے آپ کو تمام ادیان پر غالب کیا اور آسمانوں اور زمین والوں نے آپ کی نبوت، فضیلت اور شرف کو خوب پہچان لیا اور اس نے آپ کے اسم مبارک کو اپنے اسم مبارک اور آپ کی صفات کو اپنی صفات سے بنایا پس آپ کا رب محمود ہے اور آپ محمد ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، میں اس اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اپنی ساری مخلوق سے افضل بنایا، حتیٰ کہ نام اور وصف میں بھی افضل کیا (سعادۃ دارین ۲۲۵)۔

اس حدیث میں بھی ندائے یا محمد کے ثبوت کے علاوہ آپ کے اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہونے کا ثبوت فراہم ہو گیا۔

محمد نام رکھنے کا عظیم فائدہ

امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت:

یُنَادِیْ مُنَادِیَا مُحَمَّدُ یَرْفَعُ رَاسَهٗ فِی الْمَوْقِفِ، مَنْ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی جَلَّ جَلَالُهٗ اُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِکُلِّ مَنْ اِسْمُهٗ عَلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ۔ (سعادۃ الدارین ص ۳۹۳)

منادیٔ الٰہی ندا کرے گا "یا محمد" تو جس جس کا نام محمد ہو گا وہ یہ سمجھ کر کہ مجھے پکارا جا رہا ہے سر اٹھائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہیں گواہ کرتا ہوں میں نے ہر اس شخص کو بخش دیا جس کا نام میرے نبی کے نام پر ہے۔

اس روز محشر میں یا محمد کے ساتھ آپ ﷺ کو نداء ہونے کے ثبوت کے علاوہ یہ بھی روشن ہو گیا جو کوئی سچی عقیدت سے اپنا اور اپنے بچوں کا نام حضور ﷺ کے اسم

گرامی کے نام پر رکھے گا، اسے روزِ حشر اس کا کس قدر عظیم فائدہ حاصل ہوگا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور ﷺ کی کس قدر قدر و منزلت ہے کہ اپنے محبوب کے محض نام کے طفیل بخششوں کے دروازے کھولے جا رہے ہیں اور جب وہ محبوب شفاعت کے لئے لب کشائی فرمائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور بخششوں کے نثار ہونے کا عالم کیا ہوگا۔

دُعاءِ جبریل اور آمینِ مصطفےٰ ﷺ

علامہ محمد بن ابی بکر المعرف بابن قیم جوزی م ۷۵۱ھ جلاء الافہام شریف میں امام جعفر فریابی علیہ الرحمۃ کی سند کے حوالے کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ آپ مسجد میں داخل ہوئے اور منبر پر جلوہ گر ہوئے جب پہلی سیڑھی پر جلوہ گر ہوئے تو آمین فرمائی پھر دوسری سیڑھی پر چڑھے تو آمین فرمائی اور پھر تیسری پر چڑھے تو آمین فرمائی جب منبر اقدس سے اترے تو صحابہ کرام نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام میری خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو انہوں نے مجھ سے عرض کی یَا مُحَمَّدُ مَنْ اَدْرَکَ اَحَدَ وَالِدَیْہِ فَلَمْ یُدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ فَاَ بْعَدَہُ اللّٰہُ ثُمَّ اَبْعَدَہٗ، یعنی اے حمد و ستائش والے نبی جس نے اپنے ماں باپ میں سے (دونوں یا) کسی ایک کو پایا اور انھوں نے اسے (خدمت نہ کرنے کی وجہ سے) جنت میں (اپنی دعاؤں کے ذریعہ) داخل نہ کیا اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کرے پھر اور دور کرے میں نے اس پر آمین کہی۔ پھر انھوں نے دعا کی کہ جو شخص ماہ رمضان کو پائے مگر (روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے) اس کی مغفرت نہ ہوئی اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کرے پھر اور دور کرے میں نے کہا کہ آمین پھر انھوں نے دعا کی کہ حضور! جو آپ کا ذکر مبارک سنے اور آپ پر درود نہ بھیجے اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

سے دور کرے پھر دور کرے، میں نے کہا کہ آمین ۔ (جلاء الافہام ص ۶۵)

اس حدیث کو امام ابن قیم جوزیہ نے جلاء الافہام میں امام فریابی کے حوالے سے متعدد جگہ روایت کیا ہے ایک جگہ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ کی وساطت سے اور دوسری جگہ عبداللہ بن یوسف کے واسطہ سے ۔ لیکن جس روایت میں ''یا محمد'' ہے ہم نے صرف اسی روایت کا ترجمہ پیش کیا ہے اس میں ندائے یا محمد کے ثبوت کے ساتھ والدین کی خدمت نہ کرنے اور آپ ﷺ کا اسم گرامی سن کر آپ ﷺ پر درود نہ پڑھنے والے کا خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور اور پھر دور ہونا بھی واضح ہو گیا اور لازمی طور پر یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ والدین کا خدمت گار اور آپ کے اسم گرامی کو سن کر آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے والا انسان خدا تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہے۔

کوئی مشکل باقی نہ رہے

الامام محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی م ۹۰۳ھ کئی ایک معتبر کتابوں کے حوالے سے حدیث نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص قبر انور کے پاس کھڑا ہو کر آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الخ پڑھ کر صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَامُحَمَّدُ ستر بار کہے تو ایک فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے اے فلاں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اب تیری ہر مشکل حل ہو جائے گی (القول البدیع ص ۲۸) امام دیلمی سیدنا ابوبکر صدیق ؓ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرے پاس میری قبر انور پر ایک فرشتہ کو مقرر کرے گا۔ جو امتی مجھ پر درود بھیجے گا وہ فرشتہ مجھے عرض کرے گا یا مُحَمَّدُ اِنَّ فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ صَلّٰى عَلَيْكَ السَّاعَةَ ۔ اے حمد و ستائش والے نبی فلاں ابن فلاں نے

ابھی آپ پر درود بھیجا ہے۔

(القول البدیع ص ۵۵ و اسعادت الدارین ص ۵۸)

اس حدیث میں آپ ﷺ کے وصال کے بعد یا محمد کی نداء کا ثبوت ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے اگر ہے تو یہ عامیانہ طریقے سے ندا کرنے سے ہے اور جب تعظیم و تکریم کے ساتھ ہو تو بلاشبہ جائز ہے اور تعظیم و تکریم متواضعانہ و منکسرانہ لب و لہجہ سے بھی ہوتی ہے اور صلوٰۃ و سلام کے ہمراہ بھی اور یا کسی وصف کے ذکر سے بھی چنانچہ ہم آگے چل کر علماء محققین کے حوالے سے عرض کریں گے اور لفظ یا سے نداء کرنا وصفی معنی ملحوظ رکھ کر ہو تب بھی درست ہے جیسا کہ ہم نے پہلے مرقات کے حوالے سے عرض کیا ہے۔

ایک عجیب و غریب فرشتہ

امام سخاوی علیہ الرحمۃ القول البدیع اور امام ابن قیم جلاء الافہام میں مختلف اسناد و حوالوں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جسے ساری مخلوق کی آواز سننے کا کمال بخشا ہے جب میرا وصال ہوگا تو وہ میری قبر انور پر کھڑا ہوگا پس کوئی شخص مجھ پر درود پڑھے گا تو فرشتہ میرے حضور عرض کرے گا کہ

یَا مُحَمَّدُ صَلّٰی عَلَیْکَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ فَیُصَلِّی الرَّبُّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَلٰی ذٰلِکَ بِکُلِّ وَاحِدَۃٍ عَشْرًا'' (القول البدیع ص ۱۱۲ و جلاء الافہام ص ۶۰) اے حمد و ستائش والے نبی! فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر ہر درود کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں فرماتا ہے اس حدیث کو امام ابوالشیخ ابن حبان نے و امام ابوالقاسم تیمی رحمہما اللہ تعالیٰ

علیھما نے اپنی کتاب ترغیب میں روایت کیا ہے کہ وہ فرشتہ تا قیامت میری قبر انور پر کھڑا رہے گا اور اس روایت میں یا محمد کی بجائے یا احمد ہے اور مزید یوں کہ وہ فرشتہ درود پڑھنے والے کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے اور مزید یہ بھی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں فرماؤں گا اور اگر وہ زیادہ درود بھیجے گا تو میں اس پر زیادہ رحمتیں بھیجوں گا۔ اسی حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام ابن الجراح نے اپنی امالی میں اسی طرح روایت کیا ہے (اس میں یا محمد اور احمد کی نداء ذکر ہے) کما حققه الامام السخاوی فی القول البدیع ۔لیکن ابن قیم الجوزی نے یہ دونوں روایتیں سندوں کے ساتھ جلاء الافہام میں روایت کی ہیں ان دونوں میں یا محمد ہی ہے اس حدیث میں درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں ایک ندائے یا محمد کا جواز بعد از وصال لہذا اسے مطلقاً ممنوع قرار دینا درست نہ ہوگا، دوسرا یہ کہ ساری مخلوق کی آوازیں بہ یک وقت سننے کا کمال اللہ تعالیٰ نے جب فرشتے کو عطا کیا ہے جو آپ ﷺ کا غلام، خادم اور امتی ہے کہ آپ ﷺ فرشتوں کے بھی رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جس کے لیے سب کو پیدا کیا گیا اس کمال سے محروم کیسے کرسکتا ہے۔ یقیناً آپ ﷺ کو یہ کمال حاصل ہے بلکہ اس فرشتہ کو جو یہ کمال عطا ہوا ہے حضور ﷺ کے ہی طفیل عطا ہوا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے واللّٰہ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِم کہ ہر نعمت خدا دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں تیسرا یہ کہ فرشتہ درود شریف سن کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں جو عرض کرتا ہے۔

حضور ﷺ خود ہمارا درود سنتے ہیں

(تیسرا یہ کہ فرشتہ درود شریف سن کر جو آپ کی خدمت اقدس میں عرض کرتا

ہے) اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بذات خود درود شریف نہیں سنتے بلکہ بلا واسطہ سنتے ہیں مگر یہ اس فرشتے یا درود شریف پہنچانے والے دوسرے فرشتوں کی اپنی ذمہ داری اور منصب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں مامور کیا ہوا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی فرشتے ہمارے عمل پیش کرتے ہیں حدیث میں ہے کہ:

لَیْسَ مَنْ عَبْدٍ یُصَلِّی عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَ بَعْدَ وَفَاتِکَ قَالَ وبَعْدَ وَ فَاتِیْ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (جلاء الافہام ص۷۳) میرا جو امتی مجھ پر درود پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے وہ جہاں ہو۔ ہم نے عرض کی اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی، فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ اور جس حدیث میں ہے کہ جو میری قبر انور کے پاس درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھے فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں قریب والے کا خصوصی توجہ سے سنتا ہوں، جیسے آپ ﷺ کو کوئی شخص دور سے سلام کرے آپ اسے خود سن کر جواب دیں مگر جو آپ کے پاس حاضر ہو کر آپ کو سلام کرے آپ کو اس کی حاضری کی قدر کرتے ہوئے خصوصی توجہ کرنا ہوتی ہے۔ جو دور سے سلام کرنے والے کے لیے نہیں ہوتی۔ یعنی قریب سے درود پڑھنے والے کا سنتا ہوں مگر اس خصوصیت سے نہیں سنتا جس خصوصیت سے قریب والے کا سنتا ہوں۔ گو حدیث میں اگر چہ بہ ظاہر سماع مطلق کی نفی ہے مگر مراد سماع مقید بہ خصوصیت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

''وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ آذَانٌ لَا یَسْمَعُوْنَ بِھَا''

ترجمہ: اور ان کفار کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں جن سے سنتے نہیں

یہاں مطلق سننے اور دیکھنے کی نفی مراد نہیں بلکہ سماع خاص اور ابصار خاص کی نفی ہے اور مقید بہ قبول ہے۔ دور سے درود شریف سننے کی سیر حاصل بحث میرے **شیخ محترم استاذ مکرم رازی وقت سیدی قبلہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمیؒ کی تصنیف لطیف ''حیات النبی''** میں ملاحظہ فرمائیں یہاں اس سے زیادہ بحث کی گنجائش نہیں اور وہاں انشاء اللہ تعالیٰ تسلی بخش تحقیق پائیں گے۔

روز حشر حضرت آدم علیہ السلام پکاریں گے

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''حسن الظن باللہ'' میں حضرت کثیر بن مرۃ حضرمی اور حضرت نمیری کے طریق سے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: ''روز قیامت حضرت آدم علیہ السلام سبز پوشاک پہنے عرش الٰہی کے نیچے بہ اذن اللہ کھڑے اپنی اولاد میں سے جنتی لوگوں کے جنت اور دوزخی لوگوں کے دوزخ لے جانے کا عجیب وغریب منظر آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے اس دوران حضور کے ایک امتی پر ان کی نظر پڑے گی جسے دوزخ میں لے جایا جارہا ہوگا پس وہ پکار اٹھیں گے ''یا احمد یا احمد'' (اے سب سے زیادہ حمد وستائش کرنے والے نبی ﷺ) آپ جواب دیں گے ''لَبَّیْکَ یَا اَبَا الْبَشَرِ'' وہ عرض کریں گے کہ یہ ایک شخص آپ کا امتی ہے جسے دوزخ میں لے جایا جارہا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تیزی کے ساتھ ان فرشتوں کے پیچھے پیچھے ہو جاؤں گا۔ جو میرے اس امتی کو دوزخ میں لے جارہے ہوں گے میں انہیں حکم دوں گا کہ اے میرے رب کے فرشتو! ٹھہرو۔ وہ عرض کریں گے کہ حضور ہمیں خدا کا حکم ہوا ہے اس لیے ہم رک نہیں سکتے۔ آپ ان سے مایوس ہو کر خدائے قدوس کے حضور عرض

کریں گے کہ اے پروردگار من، تو نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ امت کے معاملہ میں تو مجھ کو مایوس نہیں کرے گا۔ پس خدا کی طرف سے نداء آئے گی کہ فرشتو! اَطِیْعُوا مُحَمَّدًا کہ میرے حمد وستائش والے نبی کا حکم مانو۔ اور اس بندے کو (حضور کے حکم سے پھر عملوں کی ترازو والے) مقام پر لے جاؤ (اور میرے محبوب کے حکم سے اس کے عمل آپ ﷺ کے سامنے دوبارہ تولو) پس میں جیب سے چمکتی ہوئی چھوٹی سی پرچی نکالوں گا، اور اسے بسم اللہ پڑھتے ہوئے اپنے امتی کے نیکیوں والے پلڑے میں ڈال دوں گا، تو اس سے اس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے بھاری ہو جائیں گی پس نداء آئے گی یہ جنتی ہے اس کی نیکیاں زیادہ ہیں اسے جنت میں لے جاؤ تو وہ بندہ فرشتوں سے کہے گا، ذرا رک جاؤ، میں اس بندے سے بات کرلوں جس کی خدا کے ہاں اس قدر عزت ومنزلت ہے تو وہ مجھ سے کہے گا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی صورت کس قدر حسین وجمیل ہے اور آپ کے اخلاق کس قدر بلند و بالا ہیں آپ نے میری غلطیوں کو ہلکا (کر کے نیکیوں کو بھاری کر دیا) کیا اور میرے آنسوؤں پر رحم فرمایا۔ حضور ﷺ فرمائیں گے کہ میں تیرا نبی محمد (حمد وستائش والا) ہوں اور اس پرچی میں درود لکھا تھا جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا اور یہ تجھے کافی ہو گیا جبکہ تجھے اسکی ضرورت تھی۔

(القول البدیع ص ۱۳۳ و بدور السافرہ ص ۱۳۹)

یہ کس قدر گناہ گاروں، درود کے متوالوں کے لیے حوصلہ افزاء حدیث ہے اس میں ایک تو حضرت آدم علیہ السلام کا آپ ﷺ کو آپ کے اسم گرامی ''احمد'' سے نداء کا ثبوت ہے محمد اور احمد دونوں حضور ﷺ کے مشہور اسم گرامی ہیں دوسرا یہ کہ روز حشر آپ ﷺ کی امت کے لوگوں کی پہچان بڑی آسان ہوگی۔ تیسرا یہ کہ امت کی بعض

ایسی نیکیاں بھی ہوں گی جو آپ ﷺ کے علم میں ہوں گی مگر کراما کاتبین (عمل لکھنے والے فرشتوں) کے علم میں نہ ہوں گی حالانکہ وہ انسان کے ساتھ ہمہ وقت رہتے ہیں لیکن آپ ﷺ بہ ارشاد باری تعالیٰ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِا لْمُؤ مِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (الاحزاب۔٦) کہ میرے نبی ﷺ مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ ان کے قریب ہیں، تو مسلمانوں کے ساتھ جو حضور کو روحانی قرب حاصل ہے وہ ساتھ رہنے والے فرشتوں تک کو بھی حاصل نہیں ہے چوتھا یہ کہ درود ایک محبوب عمل اور مشکل میں کام آنے والی عبادت ہے۔

دنیا کس کا گھر ہے

امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ شفاء شریف میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ جبریل امین علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا آپ اس بات کو پسند فرمائیں گے کہ میں ان پہاڑوں کو سونے کا بنادوں اور حضور جہاں ہوں گے یہ پہاڑ وہاں آپ کے ساتھ ہوں گے (آپ جو چاہیں جہاں چاہیں خرچ کریں) آپ ﷺ نے کچھ دیر سر کو جھکائے رکھا پھر فرمایا اے جبریل، دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت) میں گھر نہ ہو اور اس کا مال ہے جس کا (آخرت میں) مال نہ ہو اور اسے جوڑ جوڑ کر، جمع کر کے رکھنے والا وہی ہو سکتا ہے جو نور عقل سے محروم ہو یہ سن کر حضرت جبریل نے عرض کی ثَبَّتَکَ اللّٰہُ یَا مُحَمَّدُ بِا لْقَوْ لِ الثَّابِتِ کہ اے حمد وستائش والے نبی خدا تعالیٰ آپ کو قول کے ساتھ ثابت قدم رکھے۔

(شفاء شریف ج ۱ص ۸۲۔۸۳)

اس میں ندائے یا محمد کے ثبوت کے ساتھ آپ کی بے نیازی کا یہ عالم بھی قابل دید ہے علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کا فقر اور آپ ﷺ کی درویشی اختیاری (خود پسند کردہ) تھی غیر اختیاری نہ تھی جیسا کہ عام لوگوں کی غربت وفقر غیر اختیاری ہوتے ہیں:

ایک مجرب عمل۔سخت سے سخت مشکل کا حل

لیجیے ایک اور مجرب عمل کیجیے سخت سے سخت مشکل کا حل بھی ہے اور جواز نداء یا محمد کا روشن ترین ثبوت بھی، یہ عمل خود سید دو عالم ﷺ کا ارشاد فرمودہ ہے جسے امام ابوبکر بن السنی متوفی ۳۶۴ھ اور امام ابن ماجہ قزوینی م ۲۰۹ھ نے اپنے سنن ابن ماجہ میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت عثمان بن حُنیفؓ (جسے مناظرہ میں راقم نے حاء کے پیش سے اور نون کی فتح کے ساتھ پڑھا مگر قاسمی برادران۔نے راقم سے کہا کہ حاء کی فتح اور نون کی کسرہ سے حالانکہ یہ لقمہ بجائے خود غلط تھا اور صحیح وہی تھا جو راقم نے پڑھا تھا یہ ایک صحابیؓ محترم ہیں جن) سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ میری بینائی بحال کر دے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں یہ دعا نہ مانگوں اور یہی تیرے لیے بہتر ہے (کیونکہ یہ خدا کی طرف سے آزمائش ہے اس پر صبر کرنے سے اجر مل رہا ہے) اور اگر تو چاہے تو میں دعا کر دوں۔اس نے عرض کی حضور دعا کر ہی دیجیے۔اس پر آپ ﷺ نے نابینا سے فرمایا جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو اور اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھو اور ان الفاظ سے خود ہی دعا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور رحمت والے نبی حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوں۔ اے حمد وستائش والے نبی میں اپنی اس مشکل میں (یہاں اپنی مشکل کا ذکر کرے) تیرے وسیلے سے تیرے رب کی جناب میں متوجہ ہوں تا کہ میری مشکل حل ہو۔ اے میرے خدا میرے حق میں میرے نبی ﷺ کی شفاعت قبول فرما (سنن ابن ماجہ ج ا ص ۹۹ عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۳۴،۲۳۵) سنن الکبریٰ البیہقی میں ہے کہ اس نے جا کر یہ عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کی بینائی بحال کر دی امام ابن ماجہ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: و قال ابو اسحاق ھذا حدیث صحیح کہ امام ابو اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اس حدیث میں واضح ہو گیا کہ ندائے یا محمد میں فی نفسہ کوئی سوءادبی نہیں ہے اور ہاں جب اس کی ادائیگی میں عامیانہ انداز ہو گا پھر ایسا کرنا منع ہو گا اور جب تعظیم وتکریم کے ساتھ اور متواضعانہ طور پر ہو تو اس کے جواز میں شک نہیں جیسا کہ آگے چل کر مزید حوالے پیش کریں گے۔

حاکم وقت سے کام لینے کا مجرب عمل

اس عمل کو جس میں ندائے یا محمد ہے بعد میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس سے فائدہ اٹھاتے رہے حتیٰ کہ حاکم وقت سے بھی اسی مجرب عمل کے ذریعے کام لیتے رہے۔ چنانچہ امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے معجم کبیر اور معجم اوسط اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں متعدد سندوں سے روایت کیا ہے کہ:

حضرت عثمان بن حنیف (جن کا ذکر اوپر کی حدیث میں گزرا) فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضریت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کسی کام سے حاضر ہوا (جبکہ آپ خلیفہ تھے) اور حضرت عثمان اس کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے وہ شخص حضرت عثمان بن حنیفؓ (راوی حدیث) سے ملے اور ان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی (کہ وہ میرا کام نہیں کرتے) حضرت عثمان بن حنیفؓ نے اسے فرمایا کہ جاؤ اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نفل پڑھ کر یوں دعا کرو: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ الخ، اوپر والی پوری دعا بتائی اور فرمایا کہ اس سے تمھارا کام ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے جا کر ایسا کیا پھر حضرت عثمان غنیؓ کے گھر حاضر ہوا تو ان کا دربان اس شخص کو حضرت عثمان غنیؓ کے پاس لے گیا، آپ نے اسے اپنے ہمراہ مسند پر بٹھایا اور کام پوچھا انھوں نے کام بتایا تو آپ نے اسی وقت وہ کام کر دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ آئندہ کوئی خدمت ہو تو بتا دیا کرو۔ وہ شخص واپس آرہا تھا تو راستہ، میں (انہی) حضرت عثمان بن حنیفؓ ملاقات ہوگئی (جنھوں نے اسے یہ عمل بتایا تھا) اس شخص نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے نوازش فرمائی کہ حضرت عثمانؓ سے میری سفارش کر دی جس سے انھوں نے میرا کام کر دیا اس پر حضرت عثمان بن حنیفؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تمھاری کوئی سفارش نہیں کی بلکہ یہ اس یا محمد والے وظیفے اور عمل کی برکت ہے کیونکہ میں ایک روز حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی بینائی بحال کرنے کی دعا کے لیے درخواست کی حضور نے اسے یہ عمل بتایا اس نے جا کر یہ عمل کیا جب واپس آیا تو میں ابھی وہاں تھا میں نے دیکھا کہ اس شخص کی بینائی بحال ہوگئی تھی۔ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ کبھی یہ شخص نابینا تھا۔

(انجاح الحاجۃ حاشیہ ابن ماجہ ص ۹۸۔۹۹ و معجم الصغیر طبرانی ص ۱۰۳۔۱۰۴)

حضرت علامہ امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں وَ کَانَ ابْنُ حُنَیْفٍ وَبَنُوْہُ یُعَلِّمُوْنَهُ النَّاسَ ۔کہ سیدنا عثمان بن حنیف اور ان کے صاحبزادے حل مشکلات کے لیے لوگوں کو یہی سکھلاتے تھے ۔(نسیم الریاض شرح شفاء ج ۳ ص ۱۱۴) اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی نداء یا محمد پر صحابہ کا عمل جاری رہا لہذا اسے مطلقاً ممنوع ٹھرانا درست نہیں دوسرا یہ کہ حضور ﷺ اپنی حیات ظاہرہ میں وسیلہ تھے اور وصال کے بعد بھی آپ ﷺ وسیلہ ءحل مشکلات ہیں ورنہ صحابہ کرام بعد میں اس پر عمل نہ کرتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشکلات میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنا اور ایک دوسرے کی صحیح رہنمائی کرنا صحابہ کرام کی سنت اور اسلامی طریقہ ہے۔

حضرت جبریل نے امامت کرائی

ترمذی شریف میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''حضرت جبریل علیہ السلام بیت اللہ کے پاس میرے امام بنے اور نمازوں کے (اوّل وآخر) دونوں اوقات کی حد بتائی پھر مجھ سے عرض کی یَا مُحَمَّدُ ھٰذَا وَقْتُ الْاَ نْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِکَ وَ الْوَقْتُ فِیْمَا بَیْنَ ھٰذَیْنَ الْوَقْتَیْنِ ۔(ترمذی ج ا ص ۶۱) اے حمد وستائش والے نبی یہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السّلام کی نمازوں کا وقت ہے اور آپ ﷺ کے لیئے اور آپ ﷺ کی امت کے لیئے ان دو (اول وآخر) وقتوں کے درمیان کا وقت ہے اس میں جہاں حضرت جبریل امین علیہ السّلام کا آپ ﷺ کو یا محمد سے نداء کرنا ثابت ہوتا ہے وہاں اس مسئلہ کا جواز بھی فراہم ہو جاتا ہے کہ مفضول (غیر افضل) افضل کا امام ہوسکتا ہے۔اس سے افضل کے مرتبے میں کمی لازم نہیں آتی۔

حضرت جبریل علیہ السلام رو پڑے

امام حافظ منذری نے ترغیب میں امام طبرانی کی اوسط شریف کے حوالے سے حدیث نقل فرمائی: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ کون سا مقام سب سے بہتر ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی مجھے معلوم نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات آپ اللہ تعالیٰ سے پوچھیے۔ اس پر حضرت جبریل علیہ السلام رو پڑے اور عرض کرنے لگے یَا مُحَمَّدُ وَ لَنَا اَنْ نَسْأَ لَھُھُوَ الَّذِی یُخْبِرُنَا بِمَا یَشَاءُ۔ اے محمد (حمد والے نبی) ہمیں اسی سے پوچھنا چاہیے وہی جو چاہتا ہے ہمیں بتاتا ہے یہ کہہ کر آسمان پر چلے گئے۔ پھر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی زمین میں بہترین مقام اللہ تعالیٰ کی مسجدیں ہیں آپ نے پوچھا بدترین مقام کون سے ہیں وہ پھر آسمان پر چلے گئے۔ پھر حاضر ہوئے اور عرض کی بدترین مقام بازار ہیں (الترغیب والترہیب ج ا ص ۲۱۶) اس میں نداء یا محمد کا ثبوت واضح ہے۔

فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں

مشکوۃ میں ترمذی شریف کے حوالے سے سیدنا ابن عباس و معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا۔

یَا مُحَمَّدُ ھَلْ تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَ عْلٰے قُلْتُ نَعَمْ فِی الْکَفَارَاتِ وِمِنَ الْکَفَارَاتِ الْمَکْثُ فِی الْمَسَا جِدِ بَعْدَ الصَّلٰو اتِ اِلٰی آخِرِ ہٖ (اِلٰی اَنْ قَا لَ) قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِذَا صَلَّیْتَ فَقُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَ لُکَ فِعْلَ الْخَیْرَا تِ وَ تَرْکِ الْمُنْکَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَا کِیْنَ فَا ذَا

اَرَدْتَ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَا قْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ ۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۸۰)

اے محمد (حمد و ستائش والے نبی) کیا آپ جانتے ہیں کہ فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں تو میں نے کہاں ہاں کفارات میں (گناہوں کو مٹانے والے عمل) اور کفارات میں سے ہے مسجد میں نماز پڑھ کر اگلی نماز کا انتظار کرنا یہاں تک کہ حضرت جبریل نے کہا کہ اے محمد ﷺ جب آپ نماز پڑھیں تو اس کے بعد فوراً دعا کریں اے اللہ! تجھ سے میں اچھے کام کرنے اور بُرے کام ترک کرنے کی توفیق چاہتا ہوں اور جب تو اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالے تو مجھے آزمائش میں ڈالے بغیر اپنے پاس بلالینا۔ امام احمد اپنی مسند میں اور امام ترمذی علیہ الرحمۃ ترمذی شریف میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ: رَاَیْتُ رَبِیَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَیْکَ رَبِّ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی قُلْتُ لَا اَدْرِیْ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ فَرَاَیْتُهٗ وَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرِفْتُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَیْکَ رَبِّ الخ

(مسند امام احمد ج ۵ ص ۲۴۳)

میں نے اپنے پروردگار کو حسین ترین دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (حمد والے نبی) فرشتے کس بات سے جھگڑتے ہیں۔ میں نے عرض کی (تیرے بتائے بغیر نہیں جانتا) تین مرتبہ فرمایا۔ پھر میں نے اپنے پروردگار کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی تو ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو معلوم کر لیا اور پہچان لیا پھر فرمایا یا محمد ۔ میں نے عرض کی لبیک ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ

میں نے اس حدیث کے بارے میں امام بخاری سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا هذا حديث صحيح (مشکوۃ ج ۱ ص ۷۲) کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسی حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ میں نے آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز کو پہچان لیا، اسی کے تحت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہء آں (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۳۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تمام جزوی وکلی علوم حاصل ہو گئے اور آپ نے تمام آسمانی و زمینی علوم کا احاطہ فرمالیا۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آپ کو یا محمد سے نداء فرمانا تو روشن واضح رہا ہے مگر اہل ایمان کے دلوں کی کلیاں اس بات سے کھل اٹھیں کہ انکے آقا و مولا ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم ومعارف عطا کیے جو آسمانوں اور زمینوں اور ومافیہا کو وسیع ومحیط ہے۔

لاعلاج بیماری سے شفاء حاصل کرنے کا لاجواب اور مُجرّب عمل

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ: ایک شخص عبدالملک بن سعید بن حیان بن ابجر کے پاس آیا تو انھوں نے اس کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ دَاءٌ لا یُبْرَءُ کہ تیرے پیٹ میں لاعلاج بیماری ہے (یہ عبدالملک بڑے زبردست طبیب وحکیم تھے) اس شخص نے پوچھا کہ جناب اس مرض کا نام کیا ہے عبدالملک نے بتایا کہ اسے دُبَیلہ بیماری کہتے ہیں (یہ لاعلاج اور جان لیوا مرض ہے) وہ شخص واپس آ گیا اور خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ رَبِّیَ لَااُشْرِکُ بِہٖ شَیاً اَللّٰھُم اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍنَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُاِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ وَرَبِّیَ اَنْ یَّرْحَمَنِیْ مِمَّا بِیْ رَحْمَۃً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃٍ مِنْ سِوَاکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

یعنی اے میرے پروردگار جس کے ساتھ میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اے میرے اللہ میں تیرے رحمت والے نبی حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ

ہوں اے حمد وستائش والے نبی میں تیرے اور اپنے پروردگار کی طرف تیرے وسیلے سے متو
جہ ہوں کہ وہ مجھے اپنی ایسی مہربانی کے ساتھ اس لاعلاج بیماری سے شفاء دے جو مجھے تیری
رحمت کے سواء دوسروں کا محتاج نہ رکھے۔ تین مرتبہ دعا کی اس کے بعد حکیم مذکور ابن ابجر
کے پاس گیا اس نے اس کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ اب تو شفاء یاب ہو چکا ہے اس لاعلاج بیما
ری کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔

(سعادۃ الدارین ص ۵۲۴)

اس سے ندائے یا محمد کے عمل کا جواز ہمیشہ کے لیئے ثابت ہوا ہے اور یہ کہ سید
دوعالم حضرت محمد ﷺ پریشان حال امت کے لیے ہر مشکل میں کام آنے والا وسیلہ عظمیٰ
ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان ہمیشہ سے ندائے یا محمد اور ندائے یارسول اللہ کے قائل
رہے ہیں اور آپ کی ذات اقدس کو اپنا دائمی وسیلہ اعتقاد کرتے چلے آئے ہیں۔ لہذا یہ
عقیدہ جو اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے یہی حق ہے اس عقیدہ کی مخالفت کرنے والے
یا اس مسلمہ بین الآئمہ مسئلہ کو اب متنازع فیہ بنانے والے غلطی میں مبتلا اور گمراہی کا شکار
ہیں اور ان کے انکار یا اختلاف سے یہ مسلم مسئلہ اختلافی نہیں قرار پائے گا، کیونکہ
اختلافی مسئلہ وہی ہوتا ہے جس میں امت کے اکابرین نے اختلاف کیا ہو۔ اس
پر امت کے اکابرین عمل پیرا نظر آتے ہیں تو یہ اختلافی کہاں رہا، اسے آج کا اختلاف
کہنا جہالت ہے۔

چاروں سلسلوں کا وظیفہ یا محمد ﷺ

اس حدیث کے وظیفہ یا محمد کو چاروں سلسلوں نے اپنایا ہے اور معمول بنایا
ہے درود و وظیفہ پر مثالی کتاب دلائل الخیرات شریف ہے جسے المھند (مصنف خلیل
احمد صاحب انبیٹھوی) میں علماء دیوبند نے بھی اپنا معمول قرار دیا ہے اس میں بھی یہی

وظیفہ درج ہے اور اس میں وہی عبارت ہے جو نابینا صحابی کو تعلیم فرمائی گئی تھی امام محمد مہدی فاسی علیہ الرحمۃ اس کی شرح مطالع المسرات میں لکھتے ہیں:

وَ فِیْهِ نِدَاءُ هٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَا مُحَمَّدُ (اِلٰی اَنْ قَالَ) فَفِیْهِ دَلِیْلٌ بِجَوَازِ هٖ نِدَاءُ هٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْمِهٖ فِیْ نَحْوِ هٰذَا

(مطالع المسرات ص ۳۵۷۔۳۵۸)

یعنی اس حدیث میں آپ کو یا محمد سے نداء کا ثبوت ہے پس اس میں ایسے (حل مشکلات کے) مواقع پر آپ کے اسم مبارک سے نداء کرنے کے جواز کی دلیل ہے۔ یعنی حدیث میں نداء اسم مبارک موجود ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حل مشکلات کے مواقع میں آپ ﷺ کو آپ کے اسم گرامی سے نداء کرنا جائز ہے۔

امام المحدثین مولانا قاری علی بن سلطان علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۱۴ھ شرح شفاء شریف میں اسی حدیث پر فرماتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ اَنَّ قَوْلَهٗ یَا مُحَمَّدُ مِنْ جُمْلَةِ الدُّعَاءِ الْمَامُوْرِ بِهٖ فَلَا یَكُوْنُ التَّصْرِیْحُ بِاِسْمِهٖ مِنْ بَابِ سُوْءِ الْاَدَبِ فِیْ نِدَائِهٖ فَلَا یَحْتَاجُ اِلٰی تَكَلُّفِ الدُّلْجِیْ بِقَوْلِهٖ وَلَعَلَّهٗ كَانَ قَبْلَ عِلْمِهٖ بِتَحْرِیْمِهٖ اَوْ قَبْلَ تَحْرِیْمِهٖ الخ

(شرح شفاء ج ا ص ۶۵۳)

یعنی ظاہر ہے کہ یا محمد کی نداء کا جملہ دعا میں کہنے کا حکم ہوا ہے لہذا آپ کے اسم مبارک سے نداء کرنے میں کوئی سوء ادبی نہیں لہذا دلجی (عالم کا لقب) نے جو یہ کہا کہ شاید یہ نداء علم تحریم یا تحریم سے قبل کی نداء ہے اس قسم کے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔

ملا علی قاری نے واضح فرمادیا کہ جب دعا میں یا محمد سے نداء کرنے کا حکم وارد ہوا تو یہ نداء سوء ادبی نہیں ہو سکتی بلکہ یہ جائز ہے اسے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ کی رو سے منع

قرار دے کر پھر حدیث میں وارد نداء یا محمد کو تحریم سے قبل یا تحریم پر محمول کرنا سراسر تکلف ہے۔

امام شہاب الدین رملی کا فیصلہ کن فتویٰ

امام شمس الحق والدین محمد بن شہاب الدین احمد بن حمزہ رملی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۰۴ھ اپنے فتویٰ مبارکہ میں متعلقہ سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہیں؛

سئل عن حر مة نداء ہ صلی اللہ علیہ وسلم با سمہ ھل ھی خا صة بز منة ام عا مة و اذا قلتم عا مة فھل محلھا اذا تجرد عن قرینة تقتضی التعظیم اما اذا و جد ت قرینة تقتضیہ فلا کقو لہ یا محمد الشفا عة یا محمد الحسب و نحو ذالک فا جا ب با نھا عا مة و محلھا حیث لا یقتر ن بہ قرینة تقتضی التعظیم فا ن و جد ت کما فی السو ا ل فلا اطلا قھم محمو ل علی عدم القرینة المذ کو رة۔

(فتاویٰ رملیہ ہامش فتاوی کبریٰ ابن حجر ج ۳ ص ۱۴۸)

آپ سے سوال کیا گیا کہ آں حضرت محمد ﷺ کو آپ کے اسم مبارک سے پکارنے کی حرمت آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھی یا ہر زمانہ میں حرام ہے اگر ہر زمانے میں حرام ہے تو کیا حرمت کا محل اس وقت ہو گا جب قرینہ مقتضی تعظیم سے خالی ہو لیکن جب قرینہ تعظیم پایا جائے تو نداء اسم مبارک حرام نہ ہو گی جیسا کہ کہنے والا کہے (اے محمد حمد و ستائش والے نبی) میری شفاعت کیجئے! اے محمد میری کفایت فرمایئے اور اسی طرح کوئی قرینہ تعظیم پایا جائے اور اگر قرینہ تعظیم پایا جائے جس طرح سوال میں ہے تو نداء حرام نہیں بلکہ جائز ہے اور علماء نے جہاں اسم مبارک سے نداء کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے وہ نہی (منع) قرینہ تعظیم نہ پائے جانے کی صورت پر محمول ہے۔

تھانوی صاحب کا فتویٰ

تھانوی صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمایئے، وہ اپنے فتاوی امدادیہ میں لکھتے ہیں:

فِیْ نِدَاءِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاِسْمِہٖ بَعْدَ وَفَاتِہٖ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ نِدَاءٌ بِالْاِسْمِ فَھُوَ لِکَوْنِہٖ سُوْءُ الْاَدَبِ یُنْھٰی عَنْہُ وَ یَنْتَفِیْ ھٰذَا النَّھْیُ لِاِنْتِفَاءِ الْعِلَّۃِ اِذَا اقْتَرَنَ بِہٖ مَا یَقْتَضِی التَّعْظِیْمَ کَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ مِنْ تَعْلِیْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَرِیْرًا اَقُوْلُہٗ یَا مُحَمَّدُ۔

(امداد الفتاوی ج ۴ ص ۳۸۹ طبع کراچی ۱۴)

یعنی آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کو آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ندا کر کے یا محمد کہنا سوء ادبی ہونے کی وجہ سے منع کیا جائے گا اور یہ ممانعت اس وقت باقی نہیں رہتی جب یا محمد کی نداء میں تعظیم کا کوئی قرینہ شامل ہو جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے ایک نابینا کو یا محمد سے نداء کرنے کی تعلیم دی۔

اعلیٰ حضرتؒ کے فتویٰ کی توجیہ

فریق مخالف نے جو اعلیٰ حضرت عظیم البرکتؒ کے فتوے پر زیادہ سے زیادہ زور دیا تھا اس سلسلے میں الحمد للہ راقم نے مدعی پر حضرت امام شمس الدین رملی صاحب فتاوی رملیہ کے ارشاد سے واضح طور پر روشنی پڑتی ہے کہ دعا میں تو یا محمد کی نداء معمول چلی آرہی ہے لیکن دعا کے علاوہ جہاں کہیں اعلیٰ حضرت مولنا احمد رضا خاں بریلوی م ۱۳۴۰ھ اور دیگر علماء نے اسے حرام قرار دیا اگرچہ ان کی عبارات سے اطلاق ظاہر ہے تاہم مراد اطلاق نہیں بلکہ ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے اسم مبارک سے تعظیم کے بغیر نداء کرنا حرام ہے اور یہ وہی عامیانہ طریقہ ہے جسے ہم پہلے ممنوع کہہ چکے ہیں اور تعظیم کے ساتھ نداء کرنا بلاشبہ جائز ہے اور قرینہ متواضعانہ لب ولہجہ بھی ہوسکتا ہے اور نداء کے ساتھ صلوٰۃ وسلام بھی مثلاً

صلی اللہ علیک و سلم ۔ اسی طرح آپ کے ساتھ توسل کرنے کی حالت بھی یہ سب تعظیم وتکریم کے قرینے ہیں اسی طرح مساجد میں جو اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ آپ کا اسم مبارک نداء کے ساتھ لکھا جاتا ہے یہ بھی تعظیم کا قرینہ ہے یعنی اللہ ﷻ کے نام مبارک کے ساتھ آپ کا نام ہو آپ ﷺ کی تعظیم کا قرینہ ہے لہذا بلاشبہ یہ جائز ہے جیسا کہ امام رملی کے فیصلہ سے ثابت و محقق ہے۔

سوئے ہوئے پاؤں کو فوراً ٹھیک کرنے کا عمل

"لیجیئے نداء یا محمد کی کرامات بھی ایک دوسرے طریقہ سے ملاحظہ کرتے چلے جایئے" امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں اپنی سند کے ساتھ اور امام نووی علیہ الرحمۃ کتاب الاذکار میں امام ابن السنی کے حوالے سے اور امام قاضی عیاضؒ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا تو ان سے ایک شخص نے کہا کہ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ (الادب المفرد ص ۳۳۵ رقم الحدیث ۹۶۴) یعنی اسے یاد کرو جو تمھیں سب سے زیادہ محبوب ہو تو آپ نے فوراً کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس نداء میں قرینہ تعظیم عقیدت و محبت سے آپ کا نام لینا ہے گویا آپ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) نے واضح کر دیا کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہی ہستی ہیں جن کے اسم گرامی سے میں انھیں نداء کر رہا ہوں۔ کتاب الاذکار میں اس کے بعد مزید یہ لکھا ہے کہ فَکَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ (کتاب الاذکار ص ۲۷۱) ان کا پاؤں فوراً درست ہو گیا ایسے معلوم ہوتا تھا کہو گویا رسی سے بندھا ہوا تھا یا محمد کہنے سے رسی کھل گئی اور شفاء شریف میں یوں ہے کہ: اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ یَزُلْ عَنْکَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہُ فَانْتَشَرَتْ (شفاء شریف ج ۲ ص ۱۸) کہ جس سے

تمھیں سب سے زیادہ محبت ہو اسے یاد کرو تمھاری تکلیف ابھی رفع ہو جائے گی
انھوں نے فوراً اونچی آواز سے کہا ''یا محمد اہ'' ان کی تکلیف فوراً رفع ہوگئی۔
علامہ امام شہاب الدین خفاجی مصری علیہ الرحمۃ نسیم الریاض شرح قاضی عیاض میں فرما
تے ہیں ھٰذَا مِمَّا نُعَا ھِدُہٗ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۹۸) کہ اہل
مدینہ میں قدیم عرصہ سے اس یا محمداہ کہنے کے عادت چلی آرہی ہے اس سے آپ ﷺ
کو آپ کے اسم گرامی کے ساتھ بعد از وصال نداء کرنے کا جواز معلوم ہوا۔ دوسرا یہ
کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا۔ تیسری بات یہ کہ اہل مدینہ
منورہ قدیم زمانہ سے یا محمداہ کہنے کے عادی چلے آرہے ہیں اگر یہ جائز نہ ہوتا تو وہ
ایسا نہ کہتے اور اسے عادت نہ بناتے۔ چوتھی یہ بات کہ ندائے یا محمد حل مشکلات کا
بہترین عمل اور رفع تکالیف کا مجرب وظیفہ ہے لیکن یہ ان لوگوں کے لیے ہے جنھیں
حضور اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ محبت ہو اور یہی کمال ایمان ہے۔

آنحضرت ﷺ سے استغاثہ

یہ جو شفاء شریف کا حوالہ عرض کیا گیا ہے اس میں قارئین نے ملاحظہ فرمایا ہو
گا؛ اس میں یا محمد کی بجائے یا محمداہ یعنی الف کے ساتھ ہے یہ الف استغاثہ کے لیے
ہے جو منادیٰ پر داخل ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے ''نداء کرنے والا'' اس شخص
سے فریاد کرتا اور مدد کا طلبگار رہوتا ہے جسے وہ پکار رہا ہے گویا کہہ رہا ہے کہ اے وہ شخص
جسے میں نداء کر رہا ہوں تشریف لائیں مجھے شرف لقاء بخشتے ہوئے مجھ سے ہجر و فراق کی
مصیبت دور کرنے میں میری مدد فرمائیں چنانچہ شرح شفاء مصنف ملاعلی قاری علیہ
الرحمۃ میں ہے کَاَنَّہٗ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَصَدَ بِہٖ اِظْھَارَ الْمُحَبَّۃِ فِیْ
ضِمْنِ الْاِسْتِغَاثَۃِ (شرح شفاء ملاعلی قاری ج ۲ ص ۴۱) گویا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما

نے استغاثہ کے ضمن میں اظہار محبت کا قصد کیا ہے اس موقع پر علامہ رضی علامہ محمد بن حسن الاسترابازی م ۶۸۸ھ نے شرح کافیہ میں خوب لکھا ہے فرماتے ہیں؛

فَاِذَا قُلْتَ یَا مُحَمَّدَاہ فَکَاَنَّکَ تُنَادِیْہِ وَتَقُوْلُ لَہٗ تَعَالِیْ فَاَنَا مُشْتَاقٌ اِلَیْکَ ،(شرح کافیہ للعلامۃ الرضی ج ا ص ۱۳۱)

پس جب تم یا محمد کہتے ہو تو گویا کہ تم آپ کے حضور پکار کر عرض کر رہے ہو کہ حضور تشریف لایئے میں آپکا مشتاق ہوں۔ یعنی تشریف لاکر میری مدد اس طرح نہ کریں کہ اپنا دیدار کرا کر میرے شوق وصال کی آگ کو بجھادیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وصال کے بعد آپ کے حضور میں صحابہ کرام استغاثہ کرتے تھے اور آپ سے مدد مانگتے تھے اور جو لوگ حضور کی جناب میں استغاثہ کو شرک قرار دیتے ہیں وہ حقائق پر عمداً پردہ ڈال رہے ہیں۔

حضرت بلالؓ نے مصیبت میں پکارا یا محمداہ

حضرت امام عز الدین ابن الاثیر علیہ الرحمۃ متوفی ۶۳۰ھ اپنی مشہور کتاب، التاریخ الکامل میں فرماتے ہیں کہ حضرت بلال بن الحارث مزنی رضی اللہ عنہ سے آپ کی قوم نے قحط عام الرمادہ میں جو زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں ۱۸ھ میں واقع ہوا عرض کی کہ ہم مرے جارہے ہیں کوئی بکری ذبح کیجیے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ قحط کی وجہ سے بکریوں میں کچھ نہیں رہا آخر ان کے اصرار پر آپ نے بکری ذبح کی کھال کھینچی تو خالی ہڈیاں نکلیں '' فَنَادیٰ '' یَا مُحَمَّدَاہ '' فَارٰی فِی الْمَنَامِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَتَاہُ فَقَالَ اَبْشِرْ بِالْحَیَا (المطر) الخ۔

(التاریخ الکامل، ج۲ص ۵۵۶)

تو انھوں نے پکارا '' یا محمداہ پھر حضور ﷺ نے ان کے خواب میں تشریف

لاکر بارش کی خوشخبری دی''۔ اس سے یا محمد کی نداء کا جواز صحابہ کے عمل سے ثابت ہوا اور یہ کہ صحابہ کرام مصیبت میں حضور ﷺ کو پکارتے اور آپ سے مدد مانگتے تھے۔ اور یہ کہ حضور ﷺ کو اس دنیا کے حالات کا پتہ رہتا ہے اور یہ کہ آپ آئندہ غیب کی بات جانتے ہیں جبھی تو بارش ہونے کی خبر دی اور یہ کہ حضور ﷺ کو مصیبت میں پکارنا صحابہ کی سنت ہے اور صحابہ کرام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھتے تھے کہ حضور ﷺ ہماری مشکلات سے باخبر ہیں۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں

ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو!

حضرت خالد بن ولید کا نعرہ یا محمد

امام واقدی علیہ الرحمۃ متوفی ۲۰۷ھ فتوح الشام میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب صحابہ کرام رومی عیسائیوں سے جہاد کر رہے تھے اور حضرت خالد بن ولیدؓ اس فوج کے سپہ سالار تھے۔ ان کا نعرہ بھی یا محمد تھا، حوالہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ کَانَ خَالِدٌ اِمَامُنَا فِیْ حَمْلَتِہٖ وَ نَحْنُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَکَانَ شِعَارُنَا یَا محمدُ یَا مَنْصُوْرُ اُمَّتَکَ اُمَّتَکَ (فتوح الشام ج ا ص ۱۴۷) حضرت خالد بن ولید ہمارے سپہ سالار تھے اور ہم ان کے پیچھے تھے اور ہماری اسلامی فوج کی علامت تھی ''یا محمد یا محمد'' اے مدد کیئے گئے اپنی امت کی مدد کیجئے۔

یا محمد یا منصور کا اسلامی نعرہ صحابہ کرام کا ورد زبان تھا۔ اور آج اسے کوئی شرک بتا رہا ہے، کوئی گناہ ٹھرا رہا ہے، جس کا جو جی چاہتا ہے اپنی خود ساختہ تحقیق پر اعتماد کیے اور نئی شریعت گھڑے جا رہا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ ان بے علم لوگوں کے ان

فتووں کا اہلسنت و جماعت نہیں صحابہ وتابعین اور بزرگان دین بھی ہدف قرار پاتے ہیں۔ یا محمد نام مبارک کے ساتھ یا منصور آپ کی صفت کا ذکر بھی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے منصور اعظم و منصور اکبر فرمایا اور کبھی کبھی صحابہ کرام حضور ﷺ کے اسی منصور اسم مبارک کا نعرہ بھی لگاتے تھے ملاحظہ ہو:

وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَا نَصْرَ اللّٰهِ انْزِلْ يَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ اَمِتْ

(فتوح الشام ج ا ص ۱۴۷)

اور صحابہ کرام مجاہدین کا نعرہ تھا اے اللہ کی مدد اتر اے مدد دیئے ہوئے نبی! دشمنان اسلام کو ہلاک فرمائیں۔ اس میں حضور ﷺ کے وصفی اسم منصور کے ذریعے آپ ﷺ کی ذات والا صفات سے دشمنان اسلام کو ہلاک کر دینے کی استدعا کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کو بحکم الٰہی مشکل کشا سمجھتے تھے۔

انبیاء و اولیاء سے استغاثہ و استمداد

بلاشبہ انبیاء و اولیاء و علماء صلحاء کرام خواہ وہ اس دنیا میں موجود ہوں یا یہاں سے نقل مکانی کر کے عالم برزخ کے مکین ہو چکے ہوں۔ ان سے استغاثہ اور مدد طلب کرنا شروع سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے دور سے لیکر اب تک جائز اور معمول رہا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے اذن سے امداد فرماتے ہیں اور فرماتے رہے ہیں۔ کہ اسے شرک بتانا عقل سے عاری پن کا ثبوت فراہم کرنا ہے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب انبیاء المصطفےٰ بحال سرّ و اخفیٰ وانوار الانبیاء اور الامن والعلی کا مطالعہ کریں اور ہماری کتاب امداد الاولیاء (زیر طبع) بھی اس موضوع پر انشاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگی۔

؎ جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں!

کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے؟

(اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

مجاہدین اسلام کا نعرہ المدد المدد "یا محمد" "یا محمد"

امام واقدی علیہ الرحمۃ فتوح الشام میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب صحابہ وتابعین والے مجاہدین اسلام رومی عیسائیوں سے جہاد میں مصروف تھے سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ رومیوں کے مقابلے میں لڑنے والی اسلامی فوج کے سربراہ اور سپہ سالار تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک تھے اس جہاد میں مسلمان مجاہدین کا نعرہ تھا اَلنَّصرُ اَلنَّصرُ یا مُحَمَّدُ یا محمد مدد فرمائیں "اے محمد" "اے محمد" اس سے ثابت ہوا کہ ندائے یا محمد کہہ کر وصال کے بعد حضور ﷺ کے حضور استغاثہ کرنا اور آپ سے مدد چاہنا صحابہ کرام وتابعین عظام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اسے شرک یا گناہ ٹھرانا صحابہ کرام وتابعین پر شرک وگناہ کا فتویٰ لگانا ہے (العیاذ باللہ) اس واقعہ کے راوی حضرت میسرہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نَصَرَ نَا اللّٰہُ عَلَیْھِمْ بِبَرَ کَۃِ رَسُوْ لِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ترجمہ: رسول اللہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں مدد دی۔

(فتوح الشام ج۲ص۵)

دعوت انصاف

قارئین! خدارا انصاف فرمائیں اور جائزہ لیں کہ آج کون سا ایسا مکتبہ فکر ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے مسلک پر چل رہا ہے اگر انصاف سے جا

رَہ لیا گیا تو ہمیں یقین ہے کہ قارئین کرام آپ یہ فیصلہ دیئے بغیر نہیں رہیں گے کہ یہ واحد جماعت جو صحابہ کرام کے مسلک پر چل رہی ہے صرف اور صرف اہل سنت و جماعت (بریلوی) ہی ہے۔ لہٰذا اس جماعت کے ساتھ ہونا صحابہ کرام اور حضور ﷺ کے ساتھ ہونا ہے۔

شامی مجاہدین نے مصیبت میں یا محمداہ پکارا

امام ابن الجوزی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۹۸ھ نے اپنی کتاب عیون الحکایات میں اپنی سند کے ساتھ امام ابو علی ضریر علیہ الرحمۃ جنہوں نے ابو مسلم کے تعمیر کردہ شہر طرطوس میں سب سے پہلے سکونت اختیار کی، سے روایت کی ہے جسے امام سیوطی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۱۱ھ نے اپنی مشہور کتاب شرح الصدور میں نقل کیا کہ ملک شام میں تین بہادر گھوڑسوار مجاہد بھائی رہا کرتے تھے جو ہمیشہ خدا تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے تھے۔

فَاَسَرَهُمُ الرُّوْمُ مَرَّةً فَقَالَ لَهُمُ الْمَلِكُ اِنِّیَا اَجْعَلُ فِيْكُمُ الْمُلْكِ وَاُزَوِّجُكُمْ بَنَاتِیْ وَتَدْخُلُوْنَ فِی النَّصْرَانِیَّةِ فَاَبَوْا وَقَالُوْا يَامُحَمَّدَاهُ:

(ترجمہ) ایک بار روم کے عیسائی انہیں قید کر کے لے گئے بادشاہ نے ان سے کہا کہ میں تمھیں بادشاہت دیتا ہوں اور تم سے اپنی شہزادیوں کی شادی کر دیتا ہوں تم عیسائی ہو جاؤ۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور تینوں بھائیوں نے پکارا ''یا محمداہ'' بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرایا اور ان میں سے دو بھائیوں کو ان دیگوں میں ڈال دیا تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا۔ وہ اس طرح کہ اپنی ایک

شہزادی کو جو اس کے وزیر کی بیٹی تھی اور بہت خوبصورت تھی اس کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کے ذریعے اسلام چھوڑ کر عیسائیت میں آجائے لیکن اس کی خواہش کے برعکس وہ لڑکی اس مجاہد جوان سے متاثر ہوئی اور اسلام کو قبول کر لیا اور دونوں وہاں سے بھاگ نکلے جب وہاں سے دور پہنچ چکے تو ان کے سامنے ان کے دونوں بھائی فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیداری میں ان کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تم دونوں کی شادی باہم کرانے آئے ہیں۔ اس مجاہد بھائی نے ان سے پوچھا تو وہ بولے۔ مَا كَانَتْ اِلَّا الْغِطسَةُ الَّتِیْ رَاَیْتَ حَتّٰی خَرَجْنَا فِی الْفِرْدَوْس، یعنی وہی ایک تیل کا غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت اعلیٰ فردوس میں جا پہنچے۔
امام سیوطی فرماتے ہیں کَانُوْا مَشْهُوْرِیْنَ بِذٰلِکَ مَعْرُوْفِیْنَ بِالشَّام فِی الزَّمَنِ الْاَوَّلِ یعنی یہ حضرات زمانہ سلف میں ملک شام میں مشہور تھے اور ان کی منقبت میں قصیدے لکھے گئے ان میں سے ایک یہ شعر بھی ہے

سیعطی الصادقین بفضل صدق

نجاة فی الدنیا و فی الممات

یعنی قریب ہے کہ اللہ اپنے سچے بندوں کو ان کی سچائی کی برکت سے دنیا کی زندگی میں مرنے کے بعد نجات عطا فرمائے گا۔ (شرح الصدور ص ۸۹۔۹۰)

اس میں جہاں یا محمد کہنے کا جواز ثابت ہوا وہاں مصیبت میں یا رسول اللہ سے مدد چاہنا اور بہ وقت مشکل آپ ﷺ کو پکارنا بھی ثابت ہوا۔ پھر یہ واقعہ بھی شہر طرطوس کی تعمیر و بنا (آباد ہونے) سے پہلے کا ہے اور طرطوس زمانہ ہارون الرشید عباسی خلیفہ میں دارالاسلام کی سرحد رہا ہے اسے خلیفہ ہارون الرشید کے خادم سلیمان نے کچھ اوپر ۱۹۰ھ میں تعمیر کیا تھا (معجم البلدان ج ۴ ص ۲۸) اور خلیفہ ہارون الرشید کا

زمانہ تبع تابعین کا زمانہ تھا تو تینوں بھائی اگر تابعی نہیں تھے تو کم از کم تبع تابعی ضرور تھے اگر مصیبت میں یا محمد و یا رسول اللہ پکارنا شرک ہے تو یہ لوگ مشرک ہوئے (معاذ اللہ) پھر مشرک کی مغفرت و بخشش اور شہادت کیسی اور ان کا فرشتوں کے ساتھ اپنے بھائی کی شادی میں شرکت کے لئے آنا کیسا؟ پھر آئمہ دین کا سند کیسا تھ اس روایت کو نقل کرنا اور اسے ان کے مناقب وفضائل میں لانا کیا دیوبندی اور وہابی مذہب میں شرک کی کھلی حمایت کرنا نہیں ٹھرے گا اور کیا امام سیوطی علیہ الرحمۃ وغیرہ ان کے شرک کے فتویٰ کا نشانہ نہیں بنتے (العیاذ باللہ)۔

؎ غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل

یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

کیجئے چرچا انہیں کا صبح وشام

جان کافر پر قیامت کیجئے

یارسول اللہ! دہائی آپ کی!

گوشمالی اہل بدعت کیجئے

حضور ﷺ کی بارگاہ میں سوتے وقت سلام

امام ابن قیم جوزیہ جلاء الافہام میں امام ابو الشیخ کی سند کے ساتھ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:۔

''میں نے حضور ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا جو شخص سوتے وقت سورۃ الملک پڑھ کر یوں کہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَ رَبَّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَ رَبَّ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ وَرَبَّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِحَقِّ کُلِّ اٰیَةٍ اَنْزَلْتَھَا فِیْ

شَهْرِ رَمَضَانَ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِنِّی تَحِیَّۃً وَسَلَاماً۔ چار مرتبہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس وظیفہ پر دو فرشتوں کو مقرر کرتا ہے حتی کہ وہ محمد ﷺ کے حضور حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا محمد اے حمد و ستائش والے نبی فلاں بن فلاں آپ کو سلام عرض کرتا ہے اس پر حضور ﷺ فرماتے ہیں میری طرف سے اس پر اللہ تعالیٰ کا سلام اور اللہ تعالیٰ کی برکت ہو۔ **(جلاء الافہام ص ۳۰۰)**

اس وظیفہ کو ابدی طور پر اور ہمیشہ کے لیے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے لہذا ہمیشہ کے لیے فرشتوں کا سیّد دو عالم ﷺ کے حضور ندائے یا محمد کے ساتھ درخواست پیش کرتے رہنے کا ثبوت ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ یا محمد کی نداء مطلقاً ممنوع نہیں ہے فرشتے اب بھی عرض کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے شبلی کا احترام کیوں کیا، عجیب واقعہ

امام سخاوی القول البدیع میں اور امام ابن قیم جلاء الافہام میں مختلف سندوں اور حوالوں سے مندرجہ ذیل واقعہ لکھتے ہیں کہ:

امام ابو بکر بن محمد بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام ابو بکر بن مجاہد کے پاس تھا۔ اتنے میں حضرت شبلی علیہ الرحمۃ تشریف لائے (یہ حضرت شبلی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پیران عظام میں سے ہیں) تو امام ابو بکر بن مجاہد نے حضرت شبلی سے معانقہ کیا (یعنی انھیں گلے لگایا) اور ان کی پیشانی چومی میں (ابو بکر بن محمد بن عمر) نے ان سے عرض کی یا سیدی آپ حضرت شبلی کا اس قدر احترام اور ان سے اس قدر محبت فرماتے ہیں حالانکہ آپ اور اہل بغداد انھیں دیوانہ قرار دیتے ہیں۔ تو حضرت امام ابو بکر بن مجاہد نے فرمایا کہ میں نے شبلی سے اسی طرح (احترام) کا برتاؤ کیا ہے جس طرح میں نے آپ ﷺ کو ان سے برتاؤ کرتے دیکھا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے

حضور سید عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت شبلی حاضر ہوئے تو حضور ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس کی پیشانی چومی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے شبلی سے اس قدر نوازش فرمائی آپ نے فرمایا اس کی مجھے یہ بات پسند آئی ہے کہ نماز کے بعد لَقَدْ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ سورت کے آخر تک پڑھتے اور اس کے بعد تین مرتبہ کہتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ بعد میں حضرت شبلی سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے اس کی تصدیق فرمائی۔

(القول البدیع ص ۱۷۳۔ وجلاء الافہام ص ۲۹۸)

انہی بزرگوں کے حوالہ سے مولوی محمد زکریا نے یہ واقعہ دیوبندی جماعت کے تبلیغی نصاب کے حصہ فضائل درود میں نقل کیا ہے ملاحظہ ہو **(تبلیغی نصاب ص ۷۸۹)**

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قرینہ تعظیم کے ساتھ ندائے یا محمد آپ ﷺ کو محبوب و پسند ہے اسے سوء ادبی کہنا درست نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یا محمد اور یا رسول اللہ سے حضور ﷺ کو خطاب کرنا بزرگان دین کا معمول رہا ہے اسے شرک کہنا جہالت کے سواء کچھ نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین کی پیشانی چومنا جائز ہے اور تعظیم و تکریم کی علامت اور اظہار محبت کی ایک صورت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محبوبان خدا کے روحانی مقام سے بے خبر ہو کر انھیں مجنون و دیوانہ کہنا ظاہر بین لوگوں کا کام رہا ہے اس سے ان کے مقام و مرتبہ میں فرق نہیں پڑ جاتا۔

ایک اور درود مبارکہ

اب ہم آخر میں ایک درود پیش کرتے ہیں جسے صاحب دلائل الخیرات

ابوعبداللہ بن سلیمان الجزولیؒ نے دلائل الخیرات شریف میں اور علامہ نبہانیؒ نے سعادۃ الدارین میں نقل کیا اور اس کو اولیاء وصلحاء کرام ہمیشہ سے پڑھتے چلے آتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُکْرِمُ بِھَا مَثْوَاہُ وَ تُشَرِّفُ بِھَا عُقْبَاہُ وَتُبَلِّغُ بِھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُنَاہُ وَرِضَاہُ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃُ تَعْظِیْماً لِحَقِّکَ یَا مُحَمَّدُ (ثلاثا) (دلائل الخیرات مع المطالع ص ۲۸۶ طبع مصر وسعادۃ الدارین ص ۱۵)

اس پر امام فاسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (یا محمد) ھٰذَا نِدَاءٌ لَہٗ بِاِسْمِہٖ مَقْرُوْناً بِالتَّعْظِیْمِ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَ السَّلَامِ (مطالع المسرات ص ۲۸۶)۔

ذکر یا محمد

ہم ذکر قلندریہ بہ عنوان ندائے پنجتن پاک حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہ الرحمۃ کے حوالے سے پہلے لکھ چکے ہیں یہ وہی ذکر قلندریہ ہے جس میں ندائے یا محمد بھی ہے حضرت نظام الدین چشتی اورنگ آبادی خلیفہ خاص حضرت عارف سیدی مولانا شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی چشتی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: جلسہ مذکور نگاہ دارد یا حسن میان دوزانو و یا حسین برناف و یا علی برکتف چپ و یا محمد بخود گویان ضرب کند (نظام القلوب ص ۱۰ طبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: یعنی جلسہ معہود نگاہ رکھے، یا حسن دوزانوں کے درمیان اور یا حسین ناف پر اور یا علی بائیں کندھے پر اور یا محمد کی ضرب لگائے۔ یہ یا محمد کی ضرب بطور ذکر کے ارشاد فرمائی جارہی ہے اگر یا محمد کہنا مطلقاً منع ہوتا تو بزرگان دین اس کا ذکر نہ بتلاتے مگر جس زمانے کے بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے سب کے سب یا محمد کے ورد کناں نظر آتے ہیں معلوم ہوا کہ یہ مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ عامیانہ انداز کیساتھ بغیر تعظیم کے کہنا منع ہے

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔

"یا محمد یا نصر اللہ"

امام واقدی علیہ الرحمۃ فتوح الشام میں فرماتے ہیں کہ رومی عیسائیوں سے مسلمان جہاد کر رہے تھے اور اس جہاد میں حضرت عیاض بن غنم، حضرت فضل بن عباس، زیاد بن ابی یوسف و مغیرہ بن شعبہ و ابان بن عثمان بن عفان، مسلم بن عقیل و عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم ایسے صحابہ کرام بھی شریک تھے تو اس جہاد میں

وَ کَانَ شِعَارُالْمُسْلِمِیْنَ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ یَا نَصْرَ اللّٰہِ اَنْزِلْ ۔ (فتوح الشام ج ۲ ص ۱۹۱)

مسلمانوں کی علامت و نعرہ جو اس رات میں کہ جس میں لڑائی از حد سخت تھی لگاتے تھے یا محمد یا محمد خدا کی مدد اتر آیئے (اور ہماری مدد کیجیے) اس میں ایک تو اسم مبارک یا محمد کہہ کر ندا کرنا صحابہ کا معمول تھا نیز یہ بھی کہ حضور ﷺ کی ساری اُمت کی مدد ہیں اور یہ کہ آپ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدد کو تشریف لاتے ہیں۔

سُنیو! ان سے مدد مانگے جاؤ

پڑے بکتے رہیں بکنے والے

یا محمد کی نداء سے گرمی دُور

یہ وظیفہ و عمل جو ندائے یا محمد پر مشتمل ہے جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ارشاد فرمودہ ہے جو انھوں نے اپنے مرید مولوی محمد اسحاق کانپوری کو بتایا خود ان سے سنیئے: اس سے قبل خاصۃً مجھے (مولوی محمد اسحاق کانپوری) سے (تھانوی صاحب نے فرمایا) چونکہ آج کل گرمی ہے اس لئے وہ تم کو پاس انفاس (ذکر) بتلاتا ہوں جس کی غالب تاثیر سرد ہے تاکہ گرمی میں تکلیف نہ ہو وہ یہ ہے کہ جب سانس

اندر جائے تو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ اور جب باہر آئے تو صلی اللہُ علیک وسلم ۔ زبان تالو سے لگا کر خیال (بارگاہ رسالت ﷺ) سے کہا کرو۔ پاس انفاس میں سانس طبعی طور چلنے دینا چاہیے قصداً سانس لینے سے بعض امراض پیدا ہوتے ہیں ۔ (مبادی التصوف امالی از جناب تھانوی صاحب)

الحمد للہ ندائے یا محمد نہ صرف جائز ہے بلکہ یہ اصلاح قلوب کا وظیفہ بھی ہے اور نہ صرف وظیفہ بلکہ گرمی کے موسم میں ٹھنڈی تاثیر والا ذکر بھی ہے ۔ لہذا علماء دیو بند سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مجدد و حکیم الامت کی حکمت روحانی کو قبول کرتے ہوئے اپنے دل کی اصلاح کے لئے عام طور پر اور گرمی میں خاص طور پر ہمہ وقت یا محمد یا محمد کا ورد رکھا کریں تاکہ اصلاح قلب کے ساتھ ساتھ موسم گرما کی شدت سے تحفظ کا فائدہ حاصل ہو۔

یا محمدِ مُصطفےٰ فریاد ہے

آخر میں علماء دیو بند کے قطب عالم دیو بند جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کا فیصلہ بھی پیش کیا جاتا ہے تاکہ اتمام حجت میں کوئی پہلو باقی نہ رہے۔ان سے سوال ہوتا ہے۔

سوال :اشعار اس مضمون کے پڑھنے:

یا رسول کبریا فریاد ہے

یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے

مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفےٰ

میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے

جواب: ایسے الفاظ پڑھنے محبت اور خلوت میں با ایں خیال حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت میں بلا کسی خیال کے جائز ہیں ۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۹۲ طبع کراچی)

لیجئے علماء دیوبند کو جناب گنگوہی صاحب کی طرف سے بھی اجازت مل گئی کہ وہ محبت میں پڑھ لیا کریں۔

یارسول کبریا فریاد ہے　　　یا محمد مصطفٰے فریاد ہے
مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفٰے　　　میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے

یہ اشعار بار بار پڑھا کریں اور حضور ﷺ کی محبت کا ثبوت دیا کریں اور یہی عقیدہ رکھ کر پڑھا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع فرماتا ہے اور آپ باذن اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں الحمدللہ یہی عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے کسی بھی سُنّی کا یہ عقیدہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کی اطلاع و اذن کے بغیر آپ یا کوئی بزرگ ہماری فریاد سنتے اور مدد فرماتے ہیں اس لیے اس کے بعد کسی دوسری شق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو حضور ﷺ کے لیے سمیٹ دیا اور آپ ﷺ کے حضور دنیا کو اٹھا کر آپ کے سامنے کر دیا ہے آپ بہ اطلاع و اذن الٰہی دنیا و مافیہما کو اور اسے جو تا قیامت ہو گا دیکھ رہے ہیں اور ایسے دیکھتے رہیں گے جیسے ہاتھ مبارک کی ہتھیلی کو اور جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اِنَّ اللّٰہَ زَوٰیٰ لِیَ الْاَرْضَ حدیث مسلم شریف رقم الحدیث ۷۲۵۸ سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۲۵۲ اور دوسری حدیث ہے اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ الدُّنیَا (رواہ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما و نقل عنہ القسطلانی وغیرہم من الائمۃ الاعلام) میں موجود و مذکور ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

مخالف کہتے ہیں کہ نماز میں جو السّلام علیک ایھا النبی کہا جاتا ہے وہ بطور حکایت کہا جاتا ہے یعنی حدیث میں ہے کہ معراج کی رات کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ فرمایا تھا ہم نماز میں اس کی حکایت اور نقل کرتے ہیں، بطور انشاء یعنی اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں لہٰذا اس عبارت سے

استدلال نداء یا محمد لینا درست نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ یہی لفظ '' اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ '' معراج کی رات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو اور بفرض تسلیم یہ غلط ہے کہ نماز میں آنحضرت ﷺ کے حضور '' اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ '' سے سلام حکایت ونقل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ علماء وفقہاء کی ہدایت یہ ہے کہ سلام حکایت ونقل کے طور پر نہیں بلکہ انشاء (ذاتی طور پر اپنی طرف سے سلام عرض کرنے) کا قصد کریں۔ چنانچہ فتاویٰ در مختار شریف میں ہے:

وَ یَقْصِدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَھُّدِ مَعَانِیْھَا مُرَادَۃً لَہٗ عَلٰی وَجْہِ الْاِنْشَاءِ کَاَنَّہٗ یُحَیِّی اللّٰہَ تَعَالٰی وَ یُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ عَلٰی نَفْسِہٖ وَاَوْلِیَاءِہٖ لَاالْاِخْبَارُ عَنْ ذٰلِکَ (اِلٰی اَنْ) قَالَ لَاحِکَایَۃَ سَلَامِ اللّٰہِ۔ (فتاویٰ در مختار ص ۶۵ طبع دہلی)

یعنی تشہد کے الفاظ سے ان کے معانی کا انشاء کے طور پر قصد کرے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیۃ اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں اپنی طرف سے سلام عرض کر رہا ہے اور اپنے آپ کو اور اولیاء اللہ کو سلام کہہ رہا ہے نہ یہ نیت کرے کہ وہ معراج والی خبر دے رہا، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے سلام کی نقل کا قصد نہ کرے۔

یعنی نمازی نماز میں یہ نیت کر کے حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض نہ کرے کہ میں وہی سلام نقل کر رہا ہوں جو شب معراج اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا تھا بلکہ نیت یہ کرے کہ میں اپنی طرف سے ہی حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کر رہا ہوں۔

یعنی حضور اکرم ﷺ کو حاضر و ناظر جان کر سلام عرض کریں۔ پھر کاف خطاب موجود ہے اس لیے آپ کو حاضر جان کر سلام عرض کرے۔ چنانچہ امام الاولیاء وقدوۃ العلماء امام تاج الملۃ والدین ابوالعباس احمد بن عطاء اللہ السکندری رضی اللہ

عنہ متوفی ۹۰۷ھ جن کی علم و معرفت کی شان جلالت و عظمت پر چاروں مکاتب فکر و مسلکوں کے علماء و محدثین و اولیاء کرام کا اتفاق ہے اپنی کتاب ''تاج العروس الحاوی لتھذیب النفوس'' میں فرماتے ہیں:

یعنی جب تم نماز میں داخل ہوتے ہو تو تم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے ہم کلام ہوتے ہو کیونکہ تم کہتے ہو ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اور اہل عرب کے نزدیک اَیُّھَا الرَّجُلُ اسی کو کہا جاتا ہے جو حاضر ہو۔ (تاج العروس الحاوی لتھذیب النفوس ص ۲۸ طبع مصر)

امام الاولیاء کے ارشاد بالا سے واضح ہو گیا کہ ان کا یہی مسلک ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ عرض کرتے وقت اسے حکایت و نقل کے ارادہ سے نہیں کہنا چاہیے بلکہ حضور ﷺ کی خدمت میں بہ ایں نیت سلام عرض کرنا چاہیئے کہ ہم یہ سلام (انشائی طور پر) اپنی طرف سے کر رہے ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ موجود و حاضر ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

اسی طرح امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۰۵ھ جن کی عظمت وجلالت پر سب کا اتفاق ہے، بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز میں آپ ﷺ کے حضور سلام عرض کرتے وقت آپ ﷺ کو حاضر جان کر سلام عرض کریں ملاحظہ ہو؛

وَاَحضِرُ فِیْ قَلْبِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَ قُلْ سَلَامٌ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ وَلْیَصْدُقْ اَمَلُکَ فِیْ اَنَّہٗ یَبْلُغُہٗ وَ یَرُدُّ عَلَیْکَ (احیاء علوم الدین ج ا ص ۱۶۹)

یعنی اے نمازی اپنے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو

موجود (جان کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ عرض کر اور اس بات کی سچی امید رکھ کہ تیرا سلام حضور سن کر تجھے اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

امام غزالیؒ کے ارشاد سے واضح ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ حاضر و موجود ہیں اس لیے **السلام علیک ایھا النبی** سے مخاطب کر کے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا جاتا ہے۔

محدثین حضرات بھی تشہد کی شرح میں یہی ارشاد فرماتے ہیں چنانچہ امام بدرالدین عینی م ۸۵۵ھ عمدۃ القاری میں اور امام شہاب الملۃ والدین ابن حجر عسقلانی ۹۲۳ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

نمازی جب التحیات کے ذریعے باب الملکوت کے کھلنے کی درخواست کرتے ہیں تو انھیں خدائے حیی لایموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل جاتی ہے تو خدا تعالیٰ سے مناجات کر کے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں تو ساتھ ہی انہیں اس بات سے آگاہی ہوتی ہے کہ یہ شرف تو انہیں رحمتوں والے نبی ﷺ کے وسیلہ جلیلہ اور آپ کی برکت سے حاصل ہوا۔ اتنے میں وہ توجہ کرتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں فَاذَا الْحَبِیْبُ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبَلُوْا عَلَیْہِ قَائِلِیْنَ **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۱۱ و فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۹)**

کہ حبیب خدا ﷺ اپنے محب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر و موجود ہیں تو نمازی حضور اکرم ﷺ کی طرف اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ عرض کرتے ہوئے مائل ہو جاتے ہیں۔

امام بدر الملۃ والدین علامہ عینی شارح بخاری و امام ابن حجر عسقلانی شارح بخاری رضی اللہ عنہما ایسی مقتدر ہستیاں محتاج تعارف نہیں، یہ اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور جو ہم نماز میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خطاب کے صیغہ سے عرض کرتے ہیں

اس کی وجہ یہ کہ جس بارگاہ خداوندی میں ہم پہنچے ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ پہلے سے وہاں موجود ہوتے ہیں۔اور کون سی ایسی جگہ ہے جہاں خدا تعالٰی کی ذات اقدس موجود نہیں اور جہاں نماز کے ذریعے اس کی بارگاہ میں حاضری نہیں دی جاسکتی۔ظاہر ہے کہ ایسی جگہ کوئی نہیں، ہر مکان و لامکان میں اسی کے جلوے ہیں، ہر مکان ولامکان اس کی بارگاہ ہے۔لہذا ثابت ہوا کہ ہر جگہ رسول اللہ ﷺ حاضر وموجود ہیں چنانچہ امام العلماء وقدوۃ الالیاء سیدی عبدالوہاب الشعرانی علیہ الرحمۃ م ۹۷۶ھ فرماتے ہیں کہ۔جب رسول اللہ ﷺ ہی ہمارے اور اللہ کے درمیان ان تمام احکام میں جنھیں اللہ تعالٰی نے ہمارے لیے مشروع کیا اور ہمیں ان کا پابند بنایا، واسطہ عظمٰی ہیں تو ادب کا تقاضہ تھا کہ جب ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں حاضری دیں تو اللہ تعالٰی سے آپ پر درود بھیجنے کی دعا کو نہ بھولیں کیونکہ آپ بارگاہ الٰہی سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔(المیزان الکبرٰی۔ج ا ص ۱۶۶)

سیدی عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے بھی واضح ہو گیا کہ جہاں خدا تعالٰی کی بارگاہ ہے وہاں رسول اللہ ﷺ موجود حاضر ہیں، نتیجۂ ہر جگہ حضور اکرم ﷺ اپنے نور سے جلوہ گر ہیں۔لہذا السلام علیک ایھا النبی ہو یا یا محمد اور یارسول اللہ کا نعرہ ہو ہر جگہ بلند کیا جا سکتا ہے اور صحابہ کرام اس حقیقت سے آگاہ تھے اس لیے وہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔علامہ عبدالحی لکھنوی م ۱۳۰۴ھ بھی السعایۃ فی کشف مافی شرح وقایہ ج ۲ ص ۲۲۸ میں فَاِذَا الْحَبِیْبُ حَاضِرٌ فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ کہ رسول اللہ بارگاہ الٰہی میں موجود ہیں، تحریر فرماتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے والد ماجد مولانا عبدالحلیم علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنے رسالہ نورایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمٰن میں لکھا ہے کہ نماز میں جو آپ کو مخاطب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ہر وجود میں جاری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے اور اس حالت کا مکمل انکشاف نماز میں ہوتا ہے اس لئے محل خطاب حاصل ہو جاتا ہے۔(یہ رسالہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال سے چھپ چکا ہے) حضرت مولانا عبدالحلیم لکھنوی والد ماجد مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کے ارشاد سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے

۔اول یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس جسے حقیقت محمد یہ سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ عموماً ہر عبد مو
جود میں جلوہ گر اور خصوصاً ہر عبد کے باطن میں حاضر ہونا کسی وقت کے ساتھ مختص نہیں ہے
دوسرے یہ کہ حقیقت محمد یہ کا ہر موجود میں جلوہ گر اور ہر عبد کے باطن میں حاضر ہونا کسی خاص
وقت کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہمہ وقت ہے تیسرے یہ کہ اس راز کا مکمل انکشاف اس وقت ہوتا
ہے جب کوئی شخص خداتعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے پھر اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی
ہے جو شفاء شریف میں ہے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ مشہور تابعی ہیں اور بخاری شریف کے
راویوں میں سے ہیں ان سے مروی ہے

اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ: کہ
جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ
بَرَکَاتُهٗ۔ (شفاء شریف ج۲ ص ۵۳)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا کسی بھی مسجد میں داخل ہوتے وقت السلام علیک ایھا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہہ کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں صیغہ خطاب سے سلام عرض کرنا اس
بات کی غمازی کرتا ہے کہ بارگاہ خداوندی میں داخل ہوتے وقت ان پر اس بات کا
انکشاف تام ہوتا کہ حقیقتِ محمد یہ ہر موجود میں جلوہ گر اور ہر عبد کے باطن میں حاضر ہے
اور خصوصاً بارگاہ ایزدی سے تو رسول اللہ ﷺ باطن وحقیقت کے اعتبار سے کبھی جدا نہیں
ہوتے اسی طرح سیدنا عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سرخیل اولیاء اللہ ہیں اللہ تعالیٰ
کے ارشاد مبارک فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (النور ۶۱) کہ جب تم
گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو اس کے تحت فرماتے ہیں: اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِی
الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ (شفاء شریف ج
۲ ص ۵۲) کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یعنی گھر میں جب
کوئی نہ ہو اور گھر اپنے باسیوں (اہل خانہ) سے خالی ہو تو ہو مگر روح محمد مصطفےٰ ﷺ سے

خالی نہ ہوگا، اس لیے حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرو۔ چنانچہ امام العارفین وقدوۃ المحدثین حضرت مولانا علی قاری اس کی شرح اس طرح فرماتے ہیں: ای لان روحہ علیہ السلام حاضرٌ فی بیوتِ اھل الاسلامِ (شرح الشفاء ج ۲ ص ۱۱۷)

یعنی آپ ﷺ کے حضور اس لیے سلام عرض کرو کہ آپ ﷺ کی روح اقدس ونور مبارک اہل اسلام کے گھروں میں موجود ہوتا ہے اس میں بیوت اہل اسلام کی تخصیص ازراہ ادب ہے ورنہ آپ ﷺ کی روح مبارک ومنور بنور نبوت سے ذرہ ذرہ کائنات کا روشن ہے۔

؎ جہاں روشن است از جمال محمد مصطفےٰ (ﷺ)

امام الوہابیہ نے بھی تسلیم کرلیا

امام الوہابیہ جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ آپ ﷺ اپنی حقیقتِ محمدیہ کے اعتبار سے حاضر وناظر ہیں چنانچہ موصوف اپنی مشہور تصنیف مسک الختام شرح بلوغ المرام میں فرماتے ہیں:

آں حضرت ھمیشه نصب العین مؤمناں و قرة العین عابدان است درجمیع احوال و اوقات خصوصاً درحالتِ عبادات و نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است، و بعضے از عرفاء قدس سر ھم گفته اند که ایں خطاب بجهت سریانِ حقیقت محمدیه است علیه الصّلوٰة والسلام در ذرائر موجودات وافرادِ ممکنات پس آں حضرت (ا)سرّ ذواتِ مصلّیان موجود و حاضر است پس مصلّی باید که ازیں معنی آگاه باشد و ازیں شهود غافل نبود تا با نوار قرب واسرارِ معرفت منور و فائض گردد در راه عشق مرحله قرب و بُعد نیست می بینمت

عیان و دعائے فرستمت۔ (مسک الختام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۲۶۰)

یعنی آپ ﷺ تمام احوال میں ہمیشہ مسلمانوں کے نصب العین اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور بالخصوص عبادات کی حالت میں اور اس موقع پر نورانیت اور انکشاف بہت قوی ہوتا ہے اور بعض عارفین قدس سرہم فرماتے ہیں کہ یہ السلام علیک ایھا النبی کا خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمد یہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کائنات کے ذرے ذرے اور ممکنات کے ایک ایک فرد میں جاری وساری اور جلوہ گر ہے۔ پس آپ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں پس نمازی کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیے۔ تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے رموز سے منور و مستفیض ہو۔

ہاں یہ شعر یاد کیجیے۔ ترجمہ شعر۔

عشق کے راستے میں قُرب و بُعد نہیں، اے محبوب! میں آپ کو ظاہر ظہور دیکھتا اور آپ ﷺ کو دعا عرض کرتا ہوں۔

امام المحدثین امانۃ الرسول فی الہند شیخ العرب والعجم شاہ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۰۵۲ھ کی کتاب اشعۃ اللمعات میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۰۸)

ایک اعتراض اور جواب

معترض کا اعتراض ہے کہ یا محمد اور یا رسول اللہ کی نداء تو اسے کی جا سکتی ہے جو سنتا ہو۔ آپ ﷺ تو دور کی آواز سن ہی نہیں سکتے بلکہ صرف قریب ہی کی نداء سنتے ہیں جو روضہ اطہر پر جا کر نداء کریں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی حدیث ہے جو مشکوٰۃ شریف میں بیہقی کے حوالے سے مروی ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیاً اُبْلِغْتُہٗ

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۷)

جس نے میری قبر پر درود پڑھا اسے میں خود سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے اسے مجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ دور سے پڑھے جانے والے درود کو نہیں سنتے اور جب دور کا درود نہیں سنتے تو دور کی نداء بھی نہیں سنتے کیونکہ دور کی نداء سنتے ہوتے تو درود بھی ضرور سنتے ۔ جب درود نہیں سنتے تو نداء بھی نہیں سنتے لہذا آپ ﷺ کو دور سے یا محمد اور یارسول اللہ سے خطاب ونداء کرنا بے کار اور بے فائدہ ہے۔

عالم امر قرب وبُعد اور زمان ومکان سے مقید نہیں

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر شخص کا درود خود سنتے ہیں۔ درود پڑھنے والا خواہ قبر انور مبارک کے قریب ہو یا قبر انور سے بعید۔ قرب وبُعد کا فرق آپ کے لیے نہیں بلکہ درود پڑھنے والے کی بہ نسبت ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وصال کے بعد ہی نہیں حیات ظاہرہ میں بھی آپ ﷺ کے لیے قرب وبُعد کا فرق نہ تھا۔ اگر تھا تو صرف دیکھنے والوں کی نظر میں تھا۔ حقیقت امر میں آپ کی بہ نسبت نہیں تھا بلکہ ہم تو اس سے بھی آگے بڑھ کر عرض کریں گے کہ حضور اقدس ﷺ کے سچے اور فرماں بردار غلام بھی جب مقام محبوبیت کو پہنچ جاتے ہیں اور فنا کے درجہ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں تو ان کے حق میں بھی قرب وبُعد کا فرق اور زمان ومکان کے قیود باقی نہیں رہتے۔

حدیث قدسی

اور یہ جو کچھ عرض کیا گیا صحیح بخاری کی اس حدیث قدسی کی روشنی میں عرض کیا گیا ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (بخوف طوالت ترجمہ پیش کیا جاتا ہے)

''جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ مومن کسی ایسی چیز کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کرسکتا جو اس عمل سے زیادہ محبوب ہو جسے میں نے اس پر فرض کیا اور میرا بندہ ہمیشہ فرض کے بعد دوسری نیکیوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اسے محبوب بنالیتا ہوں۔

فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ یَبْصُرُ بِهٖ وَ یَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَلَئِنْ سَالَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ

پس پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ سوال کرے تو میں اسے عطا کرتا ہوں الخ'' (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۹۸)

صحیح بخاری کی اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ مومن کامل کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں میں وہ خداداد قوتیں جلوہ گر ہو جاتی ہیں جن کے آگے قرب و بُعد اور زمان و مکان کے حدود و قیود باقی نہیں رہتے۔ چنانچہ امام الآئمہ فخر الامہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ حدیث قدسی کنت سمعه التی یسمع به الخ کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِذَاصَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعاً لَهٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَراً لَهٗ رَاٰی الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَاصَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَداً لَهٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ۔

(التفسیر الکبیر ج ۲۱ ص ۹۶)

تو جب جلال خداوندی کا نور بندے کے کان ہو جاتا ہے تو وہ قریب و بعید سے برابر

سنتا ہے اور وہ نور جب اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے تو وہ قریب و بعید برابر دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے تو سخت اور آسان، قریب و بعید میں برابر تصرف کرتا ہے۔

اس حدیث میں اسی فنا کی طرف اشارہ ہے جس کی بدولت بندہ میں وہ قوتیں اور وہ صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جن کے سامنے بُعد بُعد ہی نہیں رہتا قرب و بعد یکساں ہو جاتے ہیں اور زمان و مکان کے قیود و حدود اس کے حق میں باقی نہیں رہتے۔

فنا کا معنی

اور اس حقیقت کا سمجھنا اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے فنا کا معنی سمجھ لیا جائے۔ آیئے ہم آپ کی خدمت میں فنا کا معنی عرض کرتے ہیں۔ عمدۃ العلماء المحققین سیدی عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ مرید و خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ حاشیہ شرح مولانا عبدالغفور علی شرح الجامی میں فرماتے ہیں:

وَمَعْنَی الْفَنَاءِ فِیْ اِصْطِلَاحِ الصُّوفِیَةِ تَبْدِیْلُ الصِّفَاتِ الْبَشَرِیَّةِ بِالصِّفَاتِ الْاِلٰھِیَةِ دُوْنَ الذَّاتِ فَکُمَا اَنَّہٗ کُلَّمَا ارْتَفَعَ صِفَۃٌ مِنْھَاقَامَتِ الصِّفَۃُ الْاِلٰھِیَۃُ مَقَامَھَا فَیَکُوْنُ الْحَقُّ سَمْعَہٗ وَ بَصَرُہٗ کَمَا نَطَقَ بِہِ الْحَدِیْثُ کَذَالِکَ حَالُ الْفَنَاءِ فِی النَّبِیِّ وَ الشَّیْخِ ۔ **(حاشیہ عبدالحکیم علی شرح شرح جامی ص ۷ طبع لکھنو)**

یعنی صوفیاء کرام کی اصطلاح میں فناء اس بات کا نام ہے کہ صفات بشریہ صفات الٰہیہ سے بدل جائیں اصل ذات نہیں بدلتی۔ اسی طرح کہ جب کوئی صفت بشریہ اٹھ جاتی ہے تو صفات الٰہیہ اس کی جگہ لے لیتی ہے پس حق تعالیٰ (کے جلال کا نور) اس کے کان ہو جاتا ہے اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے نبی اور شیخ میں فنا کا حال اسی طرح ہے۔

اس عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جب صحت اعتقاد و شوق وصول الی اللہ کیساتھ رضائے الٰہی پر راضی اور احکام الٰہیہ پر عمل پیرا اور اس کی یاد میں مصروف و

مشغول ہونے سے نفسانی وبشری کثافت دور ہو کر نورانی وروحانی لطافت پیدا ہو جاتی ہے تو صفاتِ بشریہ جو قرب وبعد اور زمان ومکان کے حدود وقیود سے محدود ومقید ہوتی ہیں وہ صفات الٰہیہ کے انوار سے منور ہو کر قرب وبُعد اور زمان ومکان کی حد وقید سے بالاتر ہو جاتی ہیں۔

سیدنا عمر فاروق اعظم کا منبر نبوی پر خطبہ دیتے ہوئے یا سا ریة الجبل کہہ کر بہت ہی دور افتادہ مقام تک اپنی آواز کا پہنچا دینا۔ پھر مجاہدین کا حضرت عمرؓ کی آواز کو سن لینا (مشکوٰۃ ج۲ ص ۵۴۶) اور حضور غوث اعظمؒ کا فرمان لوح محفوظ میرے پیش نظر ہے (بہجۃ الاسرار ص ۲۲) اور جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

اور حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ کا ارشاد جسے عارف حق مُلّا جامی علیہ الرحمۃ نے نفحات الانس میں نقل کیا ہے کہ زمیں در نظر ایں طا ئفہ (اولیا ء)چو ں رو ئے نا خنے است ہیچ چیز از نظر ایشا ں غا ئب نیست (نفحات الانس ص ۳۴۸) کہ روئے زمین علماء ربانیین کی نذر میں روئے ناخن کی طرح ہے کوئی چیز ان کی نذر سے غائب نہیں وغیرہ، اسی حدیث قدسی کی روشنی میں صحیح ودرست قرار پاتے ہیں ان کا انکار درحقیقت اس حدیث قدسی کا ہی انکار ہے اس حدیث شریف پر غور کرنے والا اس حقیقت کو تسلیم کیئے بغیر نہیں رہتا کہ یہ مقام فنا کی طرف واضح اشارہ ہے جس پر فائز ہونے والا صفات الٰہیہ سے متصف ہو جاتا ہے یا بہ لفظ دیگر صفات الٰہیہ کا مظہر ہو جاتا ہے۔

اور حدیث میں مذکور نوافل سے مراد نماز کے نوافل ہی نہیں بلکہ ہر وہ عبادت مراد ہے جو فریضہ کے علاوہ کی جائے مثلاً نفلی نماز، نفلی روزہ، حج، نفلی قربانی، نفلی صدقات و خیرات اور ذکر وفکر وغیرہ اور حضرات صوفیاء نے ذکر اذکار اس لیے

مقرر کیے ہیں کہ انسان صفاتِ بشریہ سے نکل کر متصف بصفات اللہ تعالیٰ ہو جائے۔
کما فی الشمائم (شمائم امدادیہ ص ۵۵) چونکہ فنا کے مقام پر فائز حضرات ظاہر وصورت کے اعتبار سے اگرچہ عالم خلق اور عالم شہادت میں جلوہ گر ہوتے ہیں مگر اپنی روحانی و باطنی لطافت ونورانیت کی وجہ سے جو ان کا تعلق عالم ملکوت وعالم امر قائم سے ہو چکا ہوتا ہے اس کی بناء پر ان کا شمار عالم امر کے افراد میں ہوتا ہے اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ عالم امر زمان ومکان کی قید سے مقید نہیں ہوتا۔

حاضر وناظر وندائے یارسول اللہ

چنانچہ علماء دیوبند کے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد حسین عرف حاجی امداد اللہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ محفل میلاد شریف میں اس نیت سے کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کہ اس ذکر وفکر کی محفل کے خلوص وعقیدت کے پیش نظر آپ ﷺ کا بہ نفس نفیس تشریف لانا بعید نہیں بلاشبہ جائز ہے ملاحظہ ہو:

''اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے، مضائقہ نہیں کیونکہ عالمِ خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر (جس میں آپ ﷺ جلوہ گر ہیں) زمان ومکان (کی قید) سے پاک ہے پس (روضہ انور میں جلوہ گر ہوتے ہوئے) قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات ﷺ بعید نہیں۔ **(شمائم امدادیہ ص ۵۰)**

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ بصیغہ خطاب میں لوگ کلام (اعتراض) کرتے ہیں یہ اتصالِ معنوی پر مبنی ہے له الخلق والامر عالم امر مقید بجهت و طرف قرب و بعد وغیرہ نہیں ہے پس اسکے جواز میں شک نہیں **(شمائم امدادیہ ص ۵۰)**

قبر میں حاضر وناظر

رسول اللہ ﷺ کا ہر قبر میں حاضر وناظر ہونا جو حدیث سے ثابت ہوا ہے یعنی

ما تقول فی هذا الرجل لمحمد یعنی فرشتے صاحب قبر سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا اس ہستی حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا عقیدہ تھا۔ اور تو آپ ﷺ کے بارے میں کیا خیال رکھتا تھا اسمیں ''ھذا'' کا لفظ ہے جو قریب کے لیے استعمال ہوتا ہے اس سے آپ کا بیک وقت بے شمار مقامات پر جلوہ گر ہونا اصولی اعتبار سے ثابت ہو جاتا ہے جسے تسلیم کرنا ایک علمی اور اصولی حقیقت کو تسلیم کرنا ہے چنانچہ امام ابی جمرہ اندلسی متوفی ۶۹۹ھ بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

هٰذَا الرَّجُلُ اَلْمُرَادُ بِهٖ ذَاتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُؤْيَتُهَا بِالْعَيْنِ وَ فِيْ هٰذَ ادَلِيْلُ عَلٰى عَظْمِ قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِذَا النَّا سُ يَمُوْتُوْنَ فِي الزَّمَانِ الْفَرْدِ فِيْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ عَلٰى اِخْتِلَافِهَا وَبُعْدِ هَاوَقُرْبِهَا كُلُّهُمْ يَرَاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَرِيْباً مِنْهُ لِاَنَّ لَفْظَ هٰذَالَا تَسْتَعْمِلُهُ الْعَرَبُ اِلَّافِي الْقَرِيْبِ (بہجۃ النفوس ج اص ۱۲۳)

هٰذَا الرَّجُلُ سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات اور آپ کو سر کی آنکھ سے دیکھنا مراد ہے اور اس میں اللہ کی عظیم قدرت کی دلیل ہے کیونکہ لوگ زمین کے مختلف حصوں میں بعید و قریب بیک وقت فوت ہوتے ہیں اور سب قبروں والے حضور کو اپنے قریب دیکھتے ہیں کیونکہ عرب لوگ ہذا کا لفظ قریب کے بارے میں ہی استعمال کرتے ہیں۔

امام موصوف نے رسول اللہ ﷺ کا قبروں میں بیک وقت بے شمار مقامات پر موجود ہونے کو اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت قرار دیا اور اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو حضور ﷺ کے حاضر و ناظر کا منکر ہے وہ دراصل خدا تعالیٰ کی قدرت کا ہی منکر ہے اور اس کا قائل خدا تعالیٰ کی قدرت کا قائل ہے اور جو ذات ہر قبر میں حاضر و موجود ہو سکتی ہے وہ یہاں دنیا میں بھی موجود ہو سکتی ہے اسے شرک تصور کرنا ایک عالم کی شان نہیں ہے۔

حضرت آصف بن برخیا صحابی ء حضرت سلیمان علیہ السلام کا تصرف دیکھیے (قرآن پاک سورہ نمل ۴۰) کہ انھوں نے چشم زدن سے بھی پیشتر تخت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا جبکہ آپ (آصف بن برخیا) مجلس سے غیر حاضر بھی نہ ہوئے اور وہاں سے تخت بھی لا کر حاضر کر دیا، اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ مقربین بارگاہ الٰہی کے سامنے قُرب وبُعد یکساں ہوتے ہیں لہذا انھی بھی دور سے غائبانہ نداء کرنے والے کی نسبت دور اور غائبانہ ہے مقربین کے لئے دور ونزدیک اور حاضر وغائب یکساں ہیں۔

نداء یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا جواز

نداء یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا جواز بھی اسی حقیقت پر مبنی ہے اس لیے فقہاء کرام نے بزرگان دین کو غائبانہ نداء کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ فتاویٰ خیریہ میں ہے:

وَاَمَّا قَوْ لُهُمْ يَا شَيْخ عَبْدُ الْقَا دِرِ شَيأً لِلّٰهِ فَهُوَ نِدَا ءٌ وَ اِذَا اُضِيفَ اِلَيْهِ شَئٌ لِلّٰهِ فَهُوَ طَلَبُ شَیءٍ اِكْرَاماً لِلّٰهِ فَمَا الْمُوْجِبُ لِحُرْمَتِهٖ (الفتاویٰ خیریہ ج ۲ ص ۲۸۶)

ترجمہ: اور کہنے والوں کا یا شیخ عبدالقادر شیاءللہ کہنا نداء ہے جب اس نداء کے ساتھ شیاءللہ ملایا جائے تو یہ اکراماللہ ایک چیز کی طلب ہے تو اس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

امام خیر الدین علیہ الرحمۃ م ۱۰۸۱ھ جو فقہاء احناف وآئمہ اعلام میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں کے اس ارشاد نے اس حقیقت کو روشن سے بھی زیادہ واضح کر دیا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو غائبانہ طور پر لفظ یا کے ساتھ نداء کر کے شیاءللہ کہہ سکتے ہیں اس میں کوئی ممانعت وحرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے کیا یہ بات اب بھی دریافت طلب رہ جاتی ہے کہ جو لوگ ''یا محمد'' یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اوریاغوث اعظم کہنے کو خواہ مخواہ منع کرتے ہیں بلکہ سے شرک تک قرار دینے کی جسارت کرتے ہیں، نہ صرف اپنی طرف سے نئی شریعت ایجاد کرتے ہیں اور امت مسلمہ کے عقائد میں رخنہ ڈال کر افتراق وانتشار کا بیج بو رہے ہیں جہاں وہ لوگ ان عقائد وخیالات کے حامل حضرات پر تنقید کرتے ہیں ان پر بدعتی وغیرہ ہونے کی پھبتی کستے ہیں وہاں ان اکابرین امت وآئمہ دین ملت کو اپنے سب وشتم اور طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں جن کے واسطہ سے ہمیں دین مصطفےٰ ﷺ پہنچا اور اگر معاذ اللہ ان اکابرین امت کو درمیان سے خارج کر دیا جائے تو موجودہ مدعیان اسلام کے مسلمان ہونے کی کون سی سند باقی رہ جاتی ہے؟

حل مشکلات کا ایک عجیب حل

حل مشکلات کا یہ عمل کیا ہے؟ نماز اور نداء یا شیخ عبدالقادر جیلانی ہے اس عجیب عمل کو امام علامہ نورالحق والدین ابوالحسن علی بن یوسف متولد ۶۴۴ھ متوفی ۷۱۳ھ اپنی مشہور ومعروف ومسلّم ومحقق ومسند کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ م ۹۱۱ھ حسن المحاضرہ میں فرماتے ہیں:

هو علی بن یو سف بن جریر اللخمی الشطنو فی نو ر الدین ابو الحسن شیخ القراء بدیا ر مصر ولد با لقا هر ة سنة اربع و اربعین و ستما ئة و قر ء عَلٰی علیّ التقِیّ الجوا ئدی و الصفی خلیل و سمع من النجیب عبد اللطیف و تصدر الا قراء با لجا معة الا زهر و تکاثر ت علیه الطلبة ما ت فی ذی الحجة سنة ثلاث عشر ة و سبعما ئة۔ (بہجۃ الاسرار شریف ص ۱۰۲ طبع مصر)

یہ حضرت علامہ علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی نورالحق والدین امام ابو

الحسن شیخ العلماء المحدثین ہیں آپ کی ولادت قاہرہ (مصر) میں ۶۴۴ھ میں ہوئی آپ نے امام علی تقی جرائدی اور صفی خلیل سے علم حاصل کیا۔ نجیب عبداللطیف سے سماع فرمایا اور جامعہ ازہر سے حدیث پڑھانے کی ابتدا فرمائی آپ سے بہت سے طلباءِ علم حدیث نے فیض پایا آپ کی وفات ۷۱۳ھ کو ہوئی۔

آپ نے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں ہر واقعہ کو حدیث کی طرز پر سند کے ساتھ روایت کیا اور اس پر اضافہ یہ کیا کہ ہر راویت میں فاضل راویوں کی روایت کے ساتھ اس جگہ اور سن (سال) کو بھی ذکر کیا جہاں اور جب ان میں روایت وسماعت کا سلسلہ عمل میں لایا گیا۔ اس شان کی محققانہ کتاب کم ہی دیکھنے میں آئی ہوگی یہی وجہ ہے کہ اسے علماء و محققین نے بلاچون وچرا قبول کیا اور اسے قابل حجت واستدلال قرار دیا۔

امام الاولیاء شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ م ۱۰۵۲ھ نے فارسی میں اسکی تلخیص فرمائی اور دیگر آئمہ اعلام نے اس کتاب کی شان کے گن گائے اسی کتاب مستطاب میں امام شطنوفی رضی اللہ عنہ سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

من استغاث بی فی کر بۃ کشفت عنه و من نا دانی با سمی فی شدة فر جت عنه ومن تو سل بی الی الله عز وجل فی حا جة قضیت له ومن صلی رکعتین یقراء فی کل رکعة بعد الفا تحة سور ة الا خلا ص احد ی عشر ة مر ة ثم یصلی علی رسو لِ الله صلی الله علیه وسلم و یذ کر نی ثم یخطو الی وجه العرا ق احد عشر خطوة ویذ کر حا جته فا نها تقضی با ذن الله (بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲)

ترجمہ: جس نے مصیبت میں میرے ذریعے فریاد کی اس کی مصیبت دور

ہوگئی اور سختی و پریشانی میں میرا نام لے کر مجھے پکارا اس کی سختی دور ہوگی۔ اور جس نے
اپنی کسی ضرورت میں میرے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس کی ضرورت پوری
ہوگی اور جس نے دو رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد
گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھے سلام کے بعد آپ ﷺ کے حضور سلام وصلوٰۃ پیش کرے
اور مجھے یاد کرے پھر بغداد کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے کر مجھے نداء کرے
بلا شبہ اس کی حاجت اللہ کے اذن (حکم) سے پوری ہو کر رہے گی۔ اس محقق و مستند
ارشاد سے واضح ہو جاتا ہے کہ مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ کے مقربین کو نداء کرنا ان
کے اسم گرامی سے ان کو پکارنا بزرگان دین و آئمہ شریعت کے نزدیک جائز ہے اسی
طرح نداء کے ساتھ انھیں سلام عرض کرنا بھی جائز ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں مخالفین اہل سنت اعتراض کرتے ہیں کہ پکارنا اور نداء کرنا صرف اللہ تعالیٰ
کے ساتھ خاص ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ'' کہ مجھے پکارو اور مجھ ہی
سے دعا کرو میں قبول کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا ذکر آیا ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد
ہے۔ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔ یعنی مسجدیں اللہ کی ہیں تو تم اللہ کے
ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ دوسری جگہ ہے: اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ''یعنی اگر تم
سچے ہو تو اللہ کے سوا دوسروں کو کیوں پکارتے ہو۔ اسی طرح کی بے شمار آیتیں ہیں جن میں غیر
اللہ کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے کہ تم صرف اور صرف اللہ کو پکارو لہذا ان آیات کی رو سے نبی
، ولی، اور بزرگ کو پکارنا شرک ہے اور خدا کے احکام کی خلاف ورزی ہے اس لیئے یا محمد،
یا رسول اللہ، یا علی، یا غوث اعظم نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ نداء اور پکار ہے اور یہی دعا کا
معنی ہے۔

دعاء کے معنیٰ

اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کا معنیٰ ہر جگہ پر پکارنا نہیں ہے یہ وہابیوں نجدیوں کی طرف سے قرآن کریم کی معنوی تحریف ہے اور یہ قرآن مجید کا من مانا اور من گھڑت معنیٰ ہے اور یہ سخت حرام، شدید گمراہی ہے اور استحقاق عذاب الٰہی ہے۔

حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ فَسَّرَا لقُرآ نَ بِر اَیِہٖ فَلْیَتَبَوَّ ا ء مَقْعَدَ ہٗ مِنَ النَّا رِ (متفق علیہ)

یعنی جو قرآن پاک کے معنیٰ من گھڑت اپنی مرضی سے کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں سمجھے۔ اگر ہر جگہ دعا کے معنیٰ پکارنے کے کر کے اسے شرک تصور کیا جائے تو انبیاء کرام و اولیاء کرام کو نداء کرنے اور پکارنے والوں پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگایا جائے تو اس غلط فتوے کی زد میں صرف اہل سنت ہی نہیں آتے معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات اقدس بھی آتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّ سُوْلِ اِذَا دَعَا کُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ۔

(الانفال:۲۴)

اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو جب وہ تمھیں پکاریں اس بات کی طرف جس میں تمھاری زندگی ہے۔

اس آیت میں اللہ کا اور رسول ﷺ کا مسلمانوں کو پکارنا ثابت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہو تو خدا اور رسول بھی اس کی زد میں آتے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی۔

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّنَھَا راً (نوح:۵)

اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات دن پکارا۔
(تیری وحدانیت اور عبادت کی طرف)

اسی طرح کے بہت سے مقامات ہیں جہاں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قوموں کو پکارنا اور انھیں رات دن خدا کی طرف نداء کرنا ثابت ہے اگر مطلقاً پکارنا شرک ہو تو اس فتوے سے کون محفوظ رہ سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر پکار اور نداء شرک نہیں اور نہ ہی ہر جگہ دعا کا معنی پکار ہے بلکہ قرآن کریم میں لفظ دعا چھ معنوں میں استعمال ہوا ہے چنانچہ امام المفسرین امام جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

ومن ذلک الدعاء ورد علی اوجه العبادة و لا تدع من دون الله ما لا ینفعک ولا یضرک والاستعانة و ادعوا شهداءکم والسوال ادعونی استجب لکم والقول دعواهم فیها سبحانک اللهم والنداء یوم یدعوکم والتسمیة لا تجعلوا دعاءَ الرسول بینکم کدعاءِ بعضکم بعضاً (الاتقان ج ص ۱۴۴)

ترجمہ: اور ان الفاظ میں سے جو متعدد معنوں میں آتے ہیں لفظ دعا بھی ہے اس کا ایک معنی عبادت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تم ان کی عبادت نہ کرو جو تمھیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اسکا دوسرا معنی استعانت ہے جیسے وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ اور تیسرا معنی سوال ہے جیسے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اور چوتھا معنی قول ہے جیسے دَعْوٰاهُمْ فِیْهَا سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ اور نداء جیسے یوم یدعوکم اور تسمیہ جیسے لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضاً۔ گویا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرما دیا کہ مخالفین اہل سنت جہاں دعا کے معنی پکار کے کر کے اہلسنت پر فتویٰ شرک چسپاں کرتے ہیں وہاں دعاء کے معنی پکارنے کے نہیں

بلکہ عبادت کے ہیں مخالفین اہل سنت کا وہاں دعا کا معنی پکار کا کرنا قرآن کریم کی تحریف معنوی ہے جو گناہ عظیم اور باعث استحقاق جہنم ہے۔

وہابیوں کے ترجموں میں تحریف کا ثبوت

مولوی فتح محمد خان جالندھری کے ترجمہ فتح الحمید میں ہے

ولا تدع من دون الله ما لا ینفعک و لا یضرک ۔ (یونس ۱۰۶)

ترجمہ: اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کا نہ پکارنا جو نہ تمھارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ بگاڑ سکے۔

اس میں مولوی فتح محمد خان جالندھری نے لا تدع کے معنی ''نہ پکارنا'' کر کے وہابیانہ عقائد کو ترجمہ قرآن میں داخل کر دیا ہے۔

مولوی ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ

مولوی ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ بھی وہی ہے ملاحظہ ہو۔

''اور خدا کے سوا کسی کو نہ پکارنا کہ تجھ کو نہ تو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ تجھ کو نقصان''۔ (یونس ۱۰۶)

شاید انھیں انگریزوں کی طرف سے شمس العلماء کا لقب اس لیے عطا ہوا کہ وہ قرآن کریم کا وہابیانہ ترجمہ کر کے برصغیر کے مسلمانوں میں انتشار ڈال کر انگریز کے اقتدار کو مستحکم کر رہے تھے۔

مودودی صاحب کا ترجمہ: مودودی صاحب بھی یہی ترجمہ فرماتے ہیں:

اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان (یونس ۱۰۶)

شیخ دیوبند مولوی محمود الحسن صاحب کا ترجمہ:

علماء دیوبند کے شیخ جناب مولوی محمود الحسن صاحب فرماتے ہیں: اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا۔ (یونس ۱۰۶)

یہ ہیں وہابی علماء کے تراجم اور اسی طرح کی بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک دوسری عبارات ہیں جن سے برصغیر کے مسلمانوں میں تفرقہ وانتشار کا ایک زبردست طوفان برپا ہو گیا۔ یہ جو آج ہر طرف امت مسلمہ میں تفرقہ بازی اور انتشار وافتراق کی آگ بھڑکتی نظر آرہی ہے وہ اسی غیر محتاط فکر وقلم کا نتیجہ ہے جسے وہابیوں و دیوبندیوں کے ہاتھ تھامے رہتے ہیں۔

امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان کا صحیح ترجمہ

جب وہابیہ دیوبندی حضرات قرآن کریم کے ترجمہ میں تحریف کر کے مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کر رہے تھے اس وقت امام اہل سنت گذشتہ صدی کے مجدد برحق مولانا شاہ احمد رضا خان بریلویؒ نے قرآن کریم کی معتمد تفاسیر کی روشنی میں قرآن کریم کا صحیح ترجمہ کر کے امت کو صحیح منزل کی نشان دہی فرمائی اس آیت کا جو انھوں نے ترجمہ فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے، اور اللہ کے سوا اس کی بندگی نہ کر جو تیرا بھلا کر سکے نہ برُا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے ولا تدع کے معنی کیے ہیں ''اور بندگی نہ کر''، جس سے آپ نے واضح فرمادیا کہ یہاں دعا کے معنی پکارنے کے نہیں بلکہ بندگی اور عبادت کرنے کے ہیں یہی معنیٰ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے یہاں بتائے ہیں جو دعا کے چھ معنوں کے سلسلے میں الاتقان کے حوالہ سے درج ہوئے تمام مفسرین نے یہی معنی کیئے ہیں جو اعلیٰ حضرت نے کیئے۔ بطور نمونہ صرف امام المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

(ولا تدع) لا تعبد (من دون اللہ ما لا ینفعک) فی الدنیا و الاخرۃ ان عبدت (ولا یضرک) ان لم تعبدہ (فان فعلت) عبدت (تنویر المقباس ص ۱۲ تفسیر ابن عباس ص ۲۳۰ مطبع دار الکتب العلمیہ لبنان)

اور نہ عبادت کر اللہ کے سوا اس کی جو تجھے نفع نہ پہنچا سکے گا دنیا اور آخرت میں اگر تو اس کی عبادت کرے اور نہ تجھے نقصان پہنچا سکے گا اگر تو نے اس کی عبادت نہ کی۔

یہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر تنویر المقباس میں ہے جس میں دعا کے معنی عبادت کے لیئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ راقم (غلام سرور قادری) نے قرآن مجید کا آسان ترجمہ "عمدۃ البیان" کے نام سے کیا ہے جو تفاسیر و عربی گرامر کے لحاظ بہت ہی آسان ترجمہ ہے جس میں درج بالا آیت کا ترجمہ یہ لکھا ہے "اور (اے سننے والے) اللہ کے سوا اس کی عبادت نہ کر جو تجھے نفع نہ دے سکے اور نہ تجھے نقصان پہنچا سکے الخ (یونس ۱۰۶)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

معترض اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ کہ پکارنا عبادت کا مغز ہے اگر دعا کے معنی عبادت کے ہوں تو معنی ہوگا عبادت عبادت کا مغز ہے اور یہ غلط ہے لہذا ثابت ہوا کہ دعا کے معنی پکارنا ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ عرض کیا گیا ہے وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ میں تو دعاء عبادت کے معنی میں ہے جیسا کہ تفسیر الاتقان و تفسیر ابن عباس کے حوالہ سے گزرا۔ لیکن اس کے چھ معنوں میں سے ہر ایک معنی اپنی اپنی جگہ استعمال ہوا ہے اس کے معنی پکارنے کے بھی آتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے:

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ (الاسراء:۷۱)

کہ ہم روز قیامت لوگوں کے ہر گروہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے

اور حدیث میں جو اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ ہے اس سے مراد پکار نہیں ہے بلکہ سوال ہے کیونکہ اس کا معنی سوال بھی آیا ہے جیسا کہ الاتقان کے حوالے گذرا۔ لہذا حدیث کا

ترجمہ یہ ہوگا: اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا عبادت کا مغز ہے یعنی وہ سوال جو عبادت میں کیا جاتا ہے جسے ہم دعا سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ الخ یہ بندے کے حق میں عبادت کا مغز ہے اس سے کسی کو انکار نہیں مگر یہ معنیٰ نہیں کہ ہر سوال یا ہر پکار عبادت ہے بلکہ وہ سوال یا وہ پکار جس کے ذریعے ہم عبادت کے اندر خدا تعالیٰ سے کچھ مانگتے ہیں وہ عبادت انتہائی تواضع سے عبارت ہے اور بندہ اپنے معبود برحق سے جب سوال کرتا ہے تو انتہائی تواضع سے سوال کرتا ہے اس اعتبار سے دعاء جو عبادت میں کی جاتی ہے وہ بڑی اہمیت رکھتی ہے تو گویا عبادت ہی وہ دعا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حج میں لازمی رکن عرفہ کا وقوف ہی ہے گویا کسی کی عبادت کے مختلف ارکان ہوتے ہیں اس کے کسی خاص رکن یا جز کی اہمیت کے پیش نظر اس جز پر کل کا اطلاق ہوتا ہے۔

دعاء و عبادت میں نسبت

اور ہر صاحب علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ دعا و عبادت میں نسب اربعہ میں سے عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے جس میں تین مادے ہیں۔ ایک اجتماعی اور دو افتراقی۔ کسی مسلمان کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا عبادت بھی ہے اور دعا بھی یہ اجتماعی مادہ ہے کہ اس میں دعاء و عبادت دونوں جمع ہیں اور لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا میں دعاء تو ہے عبادت نہیں، یہ ایک افتراقی مادہ ہے یہاں دعا عبادت سے علیحدہ ہوگی اور زکوٰۃ عبادت تو ہے مگر دعا نہیں یہ دوسرا افتراقی مادہ ہے یہاں دعاء عبادت سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ جیسے عبادت و قیام میں عام و خاص من وجہ کی نسبت ہے بعض قیام عبادت ہے نہ ہر عبادت قیام اور نہ ہی ہر قیام عبادت ہے وہابی اور دیوبندی حضرات اس علمی گہرائی سے بے خبر ہونے کی وجہ

سے دعاء اور عبادت میں تساوی کی نسبت تصور کرتے ہیں جو نہ صرف غلط ہے بلکہ ضلالت وگمراہی بھی ہے۔

ندائے یازروق

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ مسئلہ ندائے یا محمد اور نداء اولیاء کرام کا جواز اس حقیقت پر مبنی ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے وسیلہ واتباع کی برکت سے اولیاء کرام کے آگے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور وہ نداء کرنے والے کی نداء بہ اذن الٰہی سنتے ہیں، دنیا میں بھی اور برزخ میں بھی، اس لیئے انھیں نداء کرنا ایک بامعنی اور برمحل نداء ہے اس سلسلے میں فتاوی خیریہ اور بہجۃ الاسرار شریف کے حوالے سے یا شیخ عبدالقادر کی ند اء کا ثبوت عرض کیا جاچکا ہے مزید دوحوالے پیش خدمت ہیں جس میں سے ایک ند اۓ یازروق ہے سیدی یازروق فاسی علیہ الرحمۃ م ۸۹۹ھ جو نویں صدی ہجری کے ان اکابر علماء واولیاء میں سے ایک ہیں جو علوم ظاہرہ و باطنہ کے بحر بے کنار تھے۔ آپ شارح بخاری علامہ شہاب الدین احمد بن حجر قسطلانی وامام شمس الدین القانی و غیرہما ایسے جلیل القدر آئمہ دین کے استاذ بھی ہیں۔ان کے متعلق شاہ عبدالعزیز محد ث دہلوی علیہ الرحمۃ م ۱۲۲۹ھ بستان المحد ثین میں فرماتے ہیں:

واورا قصیدہ ایست برطور قصیدہ جیلانیہ کہ بعض ابیات او اینست

یعنی ان کا ایک قصیدہ ہے جو قصیدۂ جیلانیہ کی طرز پر ہے اس کے دوشعر مندرجہ ذیل ہیں

اَنَا لِمُرِیْدِی جَامِعٌ لِشَتَاتِہٖ

اِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَکْبَتِہٖ

ترجمہ: میں اپنے مرید کی پریشانیوں کو دور کرنے والا ہوں، جب زمانے کا ظلم اپنی مصیبت کے ساتھ حملہ آور ہو۔

وَاِنْ کُنْتَ فِیْ ضَیْقٍ وَ کَرْبٍ وَ وَحْشَۃٍ

فَنَادِ بِیَا زَرُّوْقُ آتِ بِسُرْعَتِہٖ

اگر تو اے بندہ خدا! تنگی ومصیبت وگھبراہٹ میں ہو تو یازروق کہہ کر مجھے نداء کریں تیزی سے آؤں گا۔ (بستان المحدثین ص ۳۲۱۔۳۲۲)

یہ ندائے یازروق ہے جسے برصغیر کی مشہور ومعروف اور مسلم علمی شخصیت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (جو امام اہلسنت وجماعت ہیں اور ان کے حوالے وہابی اور دیوبندی حضرات بھی اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں) کسی قسم کا تبصرہ کیے بغیر نقل کر کے اس کی تائید فرما رہے ہیں معلوم ہوا کہ نداء یا محمد و یارسول اللہ ﷺ کے ساتھ ندائے اولیاء اللہ کا جواز بھی ایک مسلّم (مانا ہوا) مسئلہ رہا ہے جسے وہابیوں کے چھوٹے سے گروہ کے سوا کسی نے قابل اعتراض نہیں ٹھہرایا۔

گمشدہ چیز واپس مل جائے

نداء سیدی احمد بن علوان کا مجرّب وظیفہ:

لیجئے دوسری نداء یاسیدی احمد بن علوان کا مجرّب وظیفہ جس سے گمشدہ چیز واپس مل جائے اس وظیفہ کو امام الفقہاء وعمدہ الاتقیاء سیدی محمد امین المعروف ابن عابدین علیہ الرحمۃ اپنے مشہور فتاویٰ ردالمحتار شرح دُرِّ مختار میں ارشاد فرما کر حیران وپریشان انسان کو سہارا دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَرَّرَ الزِّیَادِیُّ اَنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا ضَاعَ لَہٗ شَیْئٌ وَاَرَادَ اَنْ یَّرُدَّہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلَیْہِ فَلْیَقِفْ عَلٰی مَکَانٍ عَالٍ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ وَیَقْرَءُ الْفَاتِحَۃَ وَیُھْدِیْ ثَوَابَھَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ یُھْدِیْ ثَوَابَ ذٰلِکَ لِسَیِّدِیْ اَحْمَدَ بْنَ عَلْوَانَ وَ یَقُوْلُ یَا سَیِّدِیْ اَحْمَدُ یَا ابْنَ عَلْوَانَ اِنْ

لَمْ تَرِدْ عَلیٰ ضَالَّتِیْ وَاِلَّا نَزَعْتُکَ مِنْ دِیْوَانِ الْاَوْلِیَاءِ فَاِنَّ اللّٰہَ یَرُدُّ عَلیٰ مَنْ قَالَ ذَالِکَ بِبَرَکَتِہٖ. اجھوری مع زیادۃ کذا فی حاشیہ شرح المنہج للداؤدی رحمہ اللہ۔ (فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۲۷۶ طبع ۱۳۸۶ھ)

امام زیادی فرماتے ہیں کہ جب انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ یہ چاہے کہ وہ چیز اللہ تعالیٰ اسے واپس کردے تو اسے چاہیئے کہ کسی بلند جگہ پر قبلہ شریف کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کے حضور ہدیہ کرکے یوں نداء کرے اے سیدی! احمد اے ابن علوان! میری گم شدہ چیز واپس مل جائے ورنہ میں جناب والا کو اولیاء کے رجسٹر سے خارج تصور کروں گا جس نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ سیدی احمد بن علوان کی برکت سے اس کی گم شدہ چیز واپس کردے گا۔ اجھوری نے کچھ اضافہ سے اسے بیان کیا اس طرح حاشیہ منہج داؤدی میں ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

لیجئے کیسا بہترین عمل اور عمدہ وظیفہ ہے جسے علماء و مشائخ اسلام اپنی تصانیف جلیلہ میں بیان فرماتے ہیں اور اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں یہ وظیفہ بھی ہے اور نداء اولیاء اللہ بھی جو ہمارا موضوع سخن ہے اور یہ علامہ شامی عرب ممالک کے مسلّم و مانے ہوئے فقیہ ہیں جو اس وظیفہ نقل فرما کر اولیاء اللہ سے استعانت اور ان کے حضور نداء کا جواز بیان فرمارہے ہیں۔

مسافر کے لیئے بہترین وظیفہ گم شدہ چیز مل جائے

لیجئے ایک اور وظیفہ وعمل ہے جو مسافروں کی پریشان حالی کا عجیب وغریب حل ہے جہاں مسافر کی مدد کرنے والا بہ ظاہر کوئی انسان نہ ہو اور جنگل وبیابان میں اسے امداد غیبی کی ضرورت پڑے اور گم شدہ سواری یا کوئی دوسری چیز ہو اسے دوبارہ

حل جائے یہ عمل حدیث شریف میں ہے جسے امام جزری علیہ الرحمۃ نے حصن حصین شریف میں اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاذکار میں نقل فرمایا ہے اس میں حل مشکلات کا وظیفہ بھی ہے اور ندا اولیاء اللہ کا حدیث شریف سے ثبوت بھی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کسی مسافر کو امداد غیبی کی ضرورت ہو تو یوں کہے:

یَا عِبَا دَاللّٰہِ اَعِیْنُوْ ا یَا عِبَا دَاللّٰہِ اَعِیْنُوْ ا یَا عِبَا دَاللّٰہِ اَعِیْنُوْا

(الحصن الحصین مع شرح تحفۃ الذاکرین ص ۱۸۱ و کتاب الاذکار ص ۲۰۱)

اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں اس طرح سے روایت کیا ہے:
حضرت عتبہ بن غزوان آپ ﷺ سے راوی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اِذَا ضَلَّ عَلٰی اَحَدِکُمْ شَیْءٌ اَرَادَ عَوْنًا وَھُوَ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ لَیْسَ بِھَا اَحَدٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَاللّٰہِ اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْا. فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا یَرَاھُمْ

(تحفۃ الذاکرین ص ۱۸۶)

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ ایسے جنگل میں ہو جہاں کوئی انسان موجود نہیں تو اسے یوں کہنا چاہیے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، بلاشبہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جنہیں (پریشان حال آدمی) وہ نہیں دیکھ سکتا۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں (کتاب الاذکار ص ۲۰۱) امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے بعض مشائخ نے جو علم میں اکابر ہیں، فرمایا کہ ان کا ایک خچر جنگل میں گم ہو گیا انھیں یہ حدیث معلوم تھی تو انھوں نے اس پر عمل کرتے ہوئے پکار کر کہا:
یَا عِبَا دَاللّٰہِ اَعِیْنُوْ نِیْ یَا عِبَا دَاللّٰہِ اَعِیْنُوْ نِیْ یَا عِبَا دَاللّٰہِ اَعِیْنُوْ نِیْ

رَحِمَكُمُ اللّٰہُ تو فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کو واپس بھیج دیا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک جماعت کے ہمراہ تھے تو جنگل میں جہاں کوئی واقف شخص نہ تھا ایک جانور گم ہو گیا میرے ساتھی اسے تلاش کر کر کے تھک گئے تو میں نے پکار کر کہا:
یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْا تو فوراً بغیر کسی ظاہری سبب کے وہ کھویا ہوا جانور واپس مل گیا۔ (تفسیر کبیر ج ا ص ۱۲۳ طبع ثانیہ تہران)

سبحان اللہ! کیا ہی عمدہ وظیفہ ہے کہ حل مشکلات کا عجیب وغریب اور نہایت آسان عمل بھی ہے اور اولیاء جو ہماری نظر میں ہم سے غائب ہیں ان کو غائبانہ نداء بھی ہے پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی تلقین ہے اس کا انکار کرنے والا اپنے حق میں آپ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کون ہے؟ اسی طرح امام فخر الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَاِذَا اَصَابَ اَحَدُکُمْ جَرْحَۃٌ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْا یَا عِبَادَ اللّٰہِ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ (تفسیر کبیر ج ا ص ۱۶۳)

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص جنگل میں مصیبت کا شکار ہو تو نداء کرے: میری مدد کرو اے خدا کے بندو! خدا تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ صحابی کی روایت بھی مرفوع کے حکم میں ہے گویا انھوں نے یہ بات حضور ﷺ سے ہی سنی ہے جیسا کہ طبرانی اور دوسری کتابوں کے حوالے سے اس سے قبل احادیث صحیحہ مرفوعہ گزری ہیں۔

یا محمد وظیفہ کشف ارواح

حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ م ۱۰۵۲ھ اخبار الاخیار شریف میں سید اجل شیخ بہاؤ الدین بن ابراہیم عطاء اللہ الانصاری القادری

الشطاری الحسینی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد در دوطریق است یك طریق آ نست یا احمد را درراست بگو یدویا محمدرا در چپ بگو ید و در دل ضر ب کند یا رسو ل الله طریق دوم آنست که یا احمد را در را ستابگو ید و چپا یا محمد وردل وہم کند یا مصطفےٰ دیگر ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فا طمه شش طرفے ذکر کند کشف جمیع ارواح شود۔

(اخبار الاخیار ص ۱۹۹ مطبع مجتبائی دہلی)

(مفہوم) ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ یا احمد دائیں طرف اور یا محمد بائیں طرف کہے اور دل میں یا رسول اللہ کی ضرب لگائے اور دوسرا طریقہ یہ کہ یا احمد دائیں اور یا محمد بائیں اور دل میں یا مصطفےٰ کا تصور کرے اور دوسرا ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ ہر چھ طرفوں میں کرے تمام ارواح کا انکشاف ہوگا۔

لیجئے صاحب! یا محمد کہنے سے علی الاطلاق منع کرنے والے ذرا اس ذکر کو پڑھیں اور اپنی ہٹ دھرمی پر سر پیٹیں خدا تعالیٰ ہدایت دے۔ (آمین)

الحمدللہ کہ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے والے ہم اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ ان بزرگوں کی جو روحانی و عملی اعتبار سے مسلّم ہستیاں تھیں کی نظر بڑی وسیع تھی یہ سوچنے اور سمجھنے کے بعد ہی مسئلہ ارشاد فرماتے تا کہ کوئی مسئلہ معترضہ باقی نہ رہے۔

حل مشکلات کا ایک بہترین وظیفہ ندائے پنجتن

اسی طرح حل مشکلات کا بہترین وظیفہ اور ترقی روح کے لیے ذکر پنجتن پاک بھی ہے جسے دسویں صدی کے جلیل القدر اور مسلم شخصیت عارف کامل حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری رضی اللہ عنہ متوفی ۹۷۰ھ اپنے مشہور رسالہ ''جواہر خمسہ شریف'' میں ذکر قلندریہ کے عنوان سے نقل فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ جلسہ معہود نگاہ رکھے درمیان زانو کے یا حسن اور درمیان ناف کے یا حسین اور سیدھی کتف (کندھے) پر یا فاطمہ اور (الٹے کندھے) پر یا علی اور یا محمد کہتا ہوا دل پر ضرب کرے پھر ایسے ہی شروع کرے اس کو ذکر پنجتن کہتے ہیں۔ (جواہر خمسہ ص ۹۹ طبع لاہور ۱۹۷۶ء)

ندائے یا محمد پر نظر رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمایئے کہ ذکر قلندریہ شریف میں ہے جسے حضرت شاہ محمد غوث ؒ نے ارشاد فرمایا۔ پنجتن پاک کی نداء ہے اور ذکر بھی روحانی ترقی کا عمل بھی ہے اور حل مشکلات روحانیہ کا وظیفہ بھی، سبحان اللہ کیساتھ مبارک وظیفہ ہے جس پر مابعد کے علماء و اولیاء کا عمل جاری رہا ہے اسی طرح ایک جگہ یہی حضرت علیہ الرحمۃ ختم غوثیہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں؛ اول دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ شریف کے قل ھو اللہ احد گیارہ بار اور بعد سلام ایک سو گیارہ بار یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ مَنْبَعِ الْحِلْمِ وَالْحِكَمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بَعْدَهٗ

ایک ہزار ایک سو گیارہ بار یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ بعدہٗ گیارہ بار درود مذکورہ پڑھے اور نذر خدا کر کے ثواب بارو ح پاک حضرت غوث الثقلین پر دے کر تقسیم کرے (جواہر خمسہ شریف ص ۴۹، ۵۰) اس میں نداء پاک یا شیخ عبد القادر جیلانی کی

تلقین ہے جس کے جواز پر فقہی رائے فتاوی خیریہ سے گزر چکی ہے فالحمدللہ کہ مسئلہ ندائے یا محمد و یارسول اللہ کے جواز کے ساتھ ندائے اولیاء اللہ کا جواز بھی نا قابل تردید دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

دعاء غوث اعظم رضی اللہ عنہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ عَلَیْهِ سَلَامُکَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ لِیَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحَقِّهٖ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمْنِیْ۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی کے وسیلہ سے تیرا سلام ہے نبیء رحمت پر۔ یارسول اللہ، اے اللہ کے رسول! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میرے گناہ بخش دے۔ اے اللہ! میں ان کے حق کے وسیلے سے (جو تو نے اپنے کرم سے انہیں عطا فرمایا) تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ (حزب الاستغاثات امام نبہانی ص ۴۹) (غنیۃ الطالبین ص

(نوٹ) باوجود تلاش کے مجھے غنیۃ الطالبین میں یہ عبارت نہیں ملی یہ عبارت اس نسخہ میں تھی جو امام نبہانی علیہ الرحمۃ کے پیش نظر تھا وہی نسخہ صحیح ترین ہو غالباً بعض چھاپنے والوں سے یہ عبارت رہ گئی یا کسی متعصب بدمذہب نے نکال دی ہوگی۔ اگر کسی صاحب کو یہ صحیح نسخہ ملے جس میں یہ دعا ہو تو ہمیں اطلاع دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائے۔

اس دعا میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یارسول اللہ" کہہ کر پکارا اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ معلوم ہوا کہ "یارسول اللہ" کی نداء اور آپ کی ذات اقدس کا وسیلہ پکڑنا بزرگوں کا معمول چلا آرہا ہے۔ اسے شرک کہنا پوری

امت مسلمہ کو مشرک بنانا ہے (معاذ اللہ)

دعا امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ

اَللّٰھُمَّ اَنِّی اَسأَلُکَ وَاَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِسَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ ﷺ وَبِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَوَسَّلْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ۔

ترجمہ۔ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اس حاجت کو پورا کرنے میں سیدنا محمد علیہ السلام کے وسیلہ سے اور سارے انبیاء اور رسولوں کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں یا سیدی یا رسول اللہ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔

(حزب امام تاج الدین سبکی بحوالہ حزب الاستغاثات ص ۵۵)

القول البدیع میں بھی یا سیدی یا رسول اللہ ہے۔ اس دعا میں بھی حضور کو ''یارسول اللہ'' کی نداء سے پکارا گیا اور آپ کا وسیلہ پکڑا گیا ہے یہ دعاء امام محمد بن سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ م ۸۷۰ھ اپنی کتاب مبارک ''دلائل الخیرات'' شریف میں جو صدیوں سے سلاسل صوفیاء و جملہ علماء حق کا وظیفہ چلا آرہا ہے، میں اس حدیث شریف کے الفاظ مبارکہ کو ملا کر جو سنن نسائی و ابن ماجہ شریف میں مروی ہے جسے امام ابن اسحاق نے صحیح الاسناد قرار دیا یوں دعا لکھتے ہیں (ترجمہ) اے اللہ! میں تیرے حبیب، جو تیرے نزدیک برگزیدہ ہیں کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں ''یا حبیبنا یا محمد'' اے ہمارے محبوب! اے محمد! بے شک ہم آپ کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔

''یَا نِعْمَ الرَّسُوْلُ الطَّاھِرُ! اے کیا ہی اچھے پاکیزہ رسول! مولائے عظیم کی بارگاہ میں ہماری شفاعت وسفارش فرمائیں۔ اے اللہ! حضور ﷺ کے اس مرتبہ کے طفیل جو ان کا تیرے ہاں ہے انکی شفاعت ہمارے بارے میں قبول فرما،،

(دلائل الخیرات ص ۱۸۹ احزب سادس روز شنبہ مطبوعہ بیت القرآن کراچی)

جواز نداء از تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ

اگر کوئی سوال کرے کہ یہ جو رسول اللہ کو ''یا رسول اللہ'' اور ''یا نبی اللہ'' اور یا حبیب اللہ کے الفاظ سے غائبانہ نداء کی جاتی ہے اس کے جواز کی بنا اور دلیل شرعی کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نداء یا رسول اللہ کے جواز کی بنا اور دلیل وہ تشہد ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی جو صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مروی ہے۔

''التحیات للہ و الصلوات والطیبات ''السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ'' السلام علینا و علی عباداللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ''

(صحیح بخاری باب تشہد رقم الحدیث ۸۳۱)

(ترجمہ) تمام قولی اور فعلی اور مالی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اور یہی تشہد یعنی التحیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے صحابہ کرام کو بھی سکھائی اس میں صرف ''السلام علیک ایھا النبی'' ہے جس کا معنی ہے اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو یہاں حرف نداء ''یا'' محذوف ہے و یجوز حذف حرف النداء یعنی کلام میں حرف ندا کو حذف کرنا جائز ہے (ملاحظہ ہو شرح جامی ص ۱۰۵

) جیسے تُوْ بُوْ ااِلَی اللّٰہِ جَمِیْعاً ایُّہَ الْمُوْ مِنُونَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْ نَ (النور ۳۱) میں ''ایہ'' سے پہلے حرف نداء ''یا'' محذوف ہے۔ اسی طرح سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّہَ الثَّقَلاَنِ (الرّحمن ۳۱) اور یُوْسُفُ اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ '' یوسف ۴۶) اور فَمَا خَطْبُکُمْ اَیُّھَا الْمُرْسَلُوْنَ (الحجر ۵۷) اور '' وَا مْتَا زُو الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْ نَ '' (یسٓ ۵۹) اور أ فَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُ وٓنِیْ اَعْبُدَاَیُّھَا الْجَاھِلُوْ نَ (الزمر ۶۴) وغیرھا ایسے قرآن میں بہت سے مواضع ہیں جہاں ''ایھا'' سے پہلے ''یا'' حرف نداء محذوف ہے۔ یہ تشہد یعنی التحیات چاروں مذاہب فقہ حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی اور دیگر فقہاء وآئمہ مجتہدین وعلماء دین متین میں رائج ہے۔ یہ تشہد یعنی التحیات حضور کا تعلیم فرمودہ ہے۔ اس میں ''اَلسَّلاَمُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ'' ہے علماء کرام سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ''النبی'' سے ''نبی اللہ'' سے مراد ہے لہذا ''اَلسَّلاَمُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ'' کی تقدیر عبارت یوں ہے السلام علیک یا نبی اللہ لہذا اسی سلام التحیات سے جواز نداء ''یارسول اللہ'' اور جواز درود ''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' ثابت ہوا۔

جواب اذان سے ثبوت

اسی طرح کتب فقہ مثلاً فتاویٰ شامی وشرح الیاس، شرح وقایہ وفتاویٰ صوفیہ طحاوی شرح مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ جب مؤذن پہلی بار اشھد ان محمدا رسول اللہ '' کہے تو سننے والوں کو جواب میں یوں کہنا چاہیے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْ لَ اللّٰہ اور دوسری بار کہے تو دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے یوں کہنا چاہیے ''قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْ لَ اللّٰہِ'' امام ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی علیہ الرحمۃ م ۹۰۲ھ نے ''المقاصد الحسنہ'' میں اسے حدیث

کے حوالہ سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمل قرار دیا کہ انہوں نے حُبِ رسول
کے تقاضے کے پیش نظر اذان بلال رضی اللہ عنہ سنکر اس طرح کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا
جس نے میرے خلیل ابو بکر صدیق کی سنت پر عمل کیا میں قیامت کے روز محشر کی صفوں
میں سے نکال کر اس کو جنت میں داخل کرونگا جامع الرموز بمعروف فتاویٰ قہستانیہ ص
۱۲۵ طبع مکتبہ اسلامیہ قابوس ایران اور مقاصد حسنہ میں ہے جو اس طرح (تقبیل
ابھامین) کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی (ص ۳۸۴ رقم الحدیث
۱۳۸۵) ۔امام سخاوی اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ولا یصح تو اس سے مراد ہے کہ نفی صحت
ہے حدیث کے مرفوع ہونے کی نفی نہیں ہے اسی لئے علماء نے اس حدیث پر عمل کرنا
مستحب لکھا ہے کیونکہ فقہاء کرام کے نزدیک حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے ۔اما
م المحدثین علی بن سلطان القاری المکی علیہ الرحمۃ م ۱۰۱۴ھ موضوعات کبیر میں فرماتے
ہیں کہ یہ عمل سیدنا ابو بکر صدیقؓ تک مرفوع اور ان سے ثابت ہے اور پھر ملا علی قاری
لکھتے ہیں کہ جب یہ عمل حضرت ابو بکر صدیقؓ تک مرفوع ہے اور ثابت ہے تو اس پر عمل
کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم پر میری سنت اور سنت خلفاء
راشدین پر عمل کرنا لازم ہے (ص ۳۱۶ طبع المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ) اسکی
پوری بحث ہماری کتاب ''درود وسلام اور شان خیر الانام میں'' میں ملاحظہ فرمایئے
ایمان تازہ ہو جائے گا ۔غرض یہ کہ اذان کے جواب میں بھی یا رسول اللہ اور ''
الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' پڑھنا ثابت ہو الہذا اس سے منع
کرنا بدعت وتعصب کے سوا کچھ نہیں ہے ۔جو آج بھی نجدیوں اور دیابنہ میں پایا جاتا
ہے ۔

حدیث سنن ابن ماجہ

حدیث ابن ماجہ میں بھی نداء یا محمد و یا رسول اللہ کی دلیل ہے اور صحیح مسلم کی

حدیث میں بھی جسمیں حضور ﷺ نے نابینا صحابی کو دعا تعلیم فرمائی جس میں ''یا محمد'' کی ندا ہے ''نداء یا محمد و یارسول اللہ'' کی بنیاد ہے جس حدیث مبارکہ کو بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے اور جسے بعض صحابہ کرام نے بھی اپنا معمول بنالیا اور دوسروں کو بھی یہ وظیفہ بتاتے رہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو طبرانی ۹/۱۸۔ مسند امام احمد ۴۔ ۱۳۸۔ نسائی (عمل الیوم واللیلہ ۴۱۷۔ ۴۱۸) وطبرانی صغیر ۱۔ ۱۸۳۔ مستدرک امام حاکم ۱۔ ۵۱۹۔ ۱۵۲۶ اس حدیث کو امام شمس الدین ذھبی نے صحیح قرار دیا۔ عمل الیوم واللیلۃ امام ابن السنی م ۳۶۴ھ ص ۲۳۴۔ ۲۳۵ وصحیح ابن ماجہ ص ۱۹۹ صلوٰۃ الحاجۃ۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ صحابہ نے حضور ﷺ کی ہجرت شریفہ کے موقع پر مدینہ منورہ کی گلیوں کوچوں اور مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر حضور ﷺ کا ان الفاظ سے استقبال کیا اور نداء کی ''یا محمد یارسول اللہ'' سوچنے والی بات یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام جن میں مرد بھی تھے خواتین بھی تھیں، بچے بھی تھے اور خدام بھی تھے مدینہ منورہ کے مکانوں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے مدینہ منورہ کی مختلف گلیوں کوچوں اور راستوں میں پھیلے ہوئے تھے آپ ﷺ کی آمد کا سن کر خوشی میں پکارتے پھرتے تھے یا محمد یارسول اللہ، یا محمد، یارسول اللہ'' یہ نداء عین آپ کے سامنے نہ تھی بلکہ آپ سے دور دور مختلف مقامات پر موجود ندائیں کرتے پھرتے تھے (صحیح مسلم شریف حدیث نمبر ۸۵۲۲) معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو غائبانہ ''یا محمد، یارسول اللہ'' کے الفاظ سے نداء کرنا جائز ہے اسے شرک یا بدعت کہنا انتہائی کم فہمی و کم علمی یا مذہبی تعصب ہے اور حق و صداقت کے خلاف ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جواز نداء کی ایک اور دلیل ہے کہ ان کا پاؤں سوگیا (سن ہوگیا) کسی نے ان سے کہا اسے یاد کرو جو تمھیں سب سے زیادہ محبوب ہو آپ نے کہا ''یا محمد'' تو آپ کا پاؤں اسی وقت ٹھیک ہوگیا ایسے لگا کہ کسی نے پاؤں باندھ رکھا تھا فوراً کھول دیا (کتاب الاذکار امام نووی ۲۔ ۳۶ والادب المفرد للامام البخاری ۱۴۲) اگر رسول اللہ کو پکارنا شرک ہوتا تو صحابہ ایسا کبھی نہ کرتے معلوم ہوا

حضور ﷺ کو مصیبت و مشکل میں پکارنا اور آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا صحابہ کرام سے لے کر اب تک پوری امت کا طریقہ چلا آرہا ہے۔ اس کا انکار بے دینی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

یارسول اللہ آپ کی پناہ

امام علامہ شیخ ابو العباس احمد بن عمر الدیربی الغنیمی الازہری الشافعی م ۱۱۵۱ھ جو بہت بڑے فقیہ ہو گذرے ہیں جنکی مشہور تصانیف میں سے ''المقصود لمن یتعاطی العقود علی المذھب الاربعه'' اور القول المختار فیما یتعلق بابوی النّبِی المختار'' اور فتح الملک الباری بالکلام علی آخر شرح المنهاج لزکریا الانصاری'' اور فتح الملک المجید المؤلف لنفع العبید و قمع کل جبار عنید'' اور غایة المراد لمن قصرت همة من للعباد ہیں۔

ظالم حکمران کو معزول کرنے کا وظیفہ

آپ اپنی کتاب فتح المجید میں مظلوموں کے لئے ظالم حکمران کو معزول کرنے کا ایک مجرب وظیفہ ارشاد فرماتے ہیں جسے پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ ظالم حکمران کو اس کے عہدہ سے ہٹادے گا۔ وہ مجرب وظیفہ یہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر تم پر کسی حکمران نے ظلم کیا ہو اور تم چاہتے ہو کہ وہ اپنے عہدہ سے معزول ہو جائے تو تم اس طرح کرو کہ جمعرات کو عشاء کی نماز پڑھ کر باوضو اپنے گھر میں ان الفاظ سے ہزار بار درود بھیجو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلِّمْ اور سو بار پڑھ کر یوں عرض کرو۔'' یَا رَسُوْ لَ اللّٰهِ ! اِنِّی اَسْتَجِیْرُبِکَ مِنْ ظُلْمِ فُلَا نِ ابْنِ فُلَا نَةِفَخُذْلِیْ حَقِّیْ مِنْهُ''

ترجمہ:۔اے اللہ کے رسول! بے شک میں فلاں بن فلانہ (یہاں اس حاکم کا نام لے اور اس کی ماں کا نام لے) کے ظلم سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں تو حضور! آپ اس سے میرا حق لے دیجئے۔اس وظیفہ کی برکت سے وہ حاکم معزول ہو جائے گا اور مصیبت میں مبتلا بھی ہو گا یہ وظیفہ صحیح اور مجرب ہے ملاحظہ ہو (فتح المجید ص ۴۸) اس بابرکت وظیفہ سے ایک تو ''یارسول اللہ'' کی نداء کا جواز ثابت ہوا اور دوسرا حضور ﷺ کی پناہ مانگنے کا جواز بھی ملا۔بلاشبہ آپ کی پناہ اللہ ہی کی پناہ ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِ کِیْنَ اِسْتَجَا رَکَ فَاَ جِرْ ہُ الخ (التوبہ: ۶) کہ اگر کوئی مشرک تمہاری پناہ چاہے تو اسے پناہ دیدیجئے۔اگر حضور ﷺ کی پناہ اللہ کی پناہ نہ ہوتی اور آپ کی پناہ چاہنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا کہ جو مشرک آپ کی پناہ چاہے اسے فرمائیں کہ وہ اللہ کی پناہ چاہے۔الحمد للہ! قرآن سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مفلسوں اور پریشان حالوں کو رسول اللہ کی پناہ چاہنا جائز اور آپ کی پناہ اللہ ہی کی پناہ ہے واللہ صدق امام وشیخ اہل سنت مجدد الملۃ الامام الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ حیث قال۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ظالم کو ہلاک کرنے کا وظیفہ

امام ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن عمر بن شعیب السنوسی التلمسانی المحدث الفقیہ المتکلم المقری م ۸۹۵ھ جن کی مشہور تصانیف میں سے ایک شرح ایساغوجی شرح قصیدہ بردہ شریف اور الحباک فی الاسطرلاب اور ''المصنفہ فی مناقب الائمۃ الاربعہ'' اور رجال المتأخرین'' اور '' ام البراھین

فی العقائد'' اور الحاشیۃ علی صحیح مسلم اور ''الفوائد الشریفۃ والاسرار المنیفۃ والذخائر النفیسۃ'' ہیں۔

اپنی اسی کتاب آخر الذکر (الفوائد الشریفہ والاسرار المنیفۃ والذخائر النفیسۃ) میں مظلومان جہان کی مدد کرتے ہوئے انہیں ظالموں کو ہلاک کرنے کا وظیفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو رکعت نفل پڑھیں اس کے بعد غمگین ہو کر کہ آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو رہی ہوں اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ تمھاری دعا قبول ہو رہی ہے یوں دعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَتْ سَلَفَتْ ذُنُوْبِیْ وَ عَظُمَتْ آثَامِیْ وَکَثُرَتْ خَطَایَایَ وَ حَالَتْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ قَضَاءُ حَوَائِجِیْ فَاِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِجَلَالِ وَجْھِکَ وَ عَظْمِ عُلُوِّکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ثُمَّ تُنَادِیْ بِاَعْلٰی صَوْتِکَ یَا مُحَمَّدُ یَا اَحْمَدُ یَا اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ بِدَوَامِ مُلْکِہٖ جَلَّ وَ عَلَا اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ بِکَ وَ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ۔

(الفوائد الشریفہ ص ۵۴۔۵۵)

اے اللہ! اگرچہ میرے گناہ حد سے بڑھ گئے ہیں اور میرے گناہ بڑے بھی ہیں اور میری خطائیں بہت ہیں میرے اور تیرے درمیان میری حاجتوں کا پورا کرنا حائل ہو گیا ہے تو بلاشبہ میں تیری بزرگی اور تیری بلند شان کے ذریعے تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے نبی ہمارے سردار اور ہمارے مولیٰ کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں،، یہ عرض کرنے کے بعد اونچی آواز کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو ان الفاظ کے ساتھ نداء کرے پکارے ''اے محمد! اے احمد! اے ابوالقاسم آپ ﷺ پر اللہ

کا درود ہو اس کی ابدی بادشاہت کے ساتھ، بے شک میں اپنی حاجت کے پورے کیے جانے میں آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑتا ہوں اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری فرمائے۔

حل مشکلات کے لئے نداء کرنا

امام ابو عبداللہ جونویں صدی ھجری کے عظیم الشان عالم اور علم و عرفان کے آفتاب ہیں حل مشکلات کے لئے حضور اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کے اسم گرامی سے نداء کرنے ''یا محمد، یا احمد، یا ابا القاسم کے ساتھ پکارنے کا درس دے رہے ہیں۔ الحمدللہ! ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا وسیلہ پکڑنا آپ ﷺ کے وسیلہ سے دعائیں کرنا اور تعظیم کے ساتھ ''یا محمد، یا احمد، یا ابا القاسم کے اسماء گرامی سے آپ ﷺ کو پکارنا جائز ہے اس سے اختلاف کرنے والے غلط فہمی یا محض مسلکی تعصب وہٹ دھرمی کا شکار ہیں۔ اللہ تعالی انہیں حق کو سمجھنے کی اور اسے قبول کرنے کی توفیق دے آمین۔

استغاثہ بحضور سید عالم ﷺ

علامہ امام شیخ ابو العباس احمد بن عمر الغنیمی الازہری الشافعی علیہ الرحمۃ م ۱۰۵۱ھ اپنی کتاب مذکورہ '' فتح الملک المجید ''میں پریشان حالوں اور مصیبت کے ماروں کے لئے ایک استغاثہ لکھتے ہیں، کہ جو شخص ان الفاظ سے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ فریاد کرے اللہ تعالی کی بارگاہ سے آپ ﷺ کے طفیل اس کی مشکل جلدی آسان ہوگی وہ استغاثہ یہ ہے۔

اِلَیکَ رَسُولَ اللّٰہِ اَشکُو اَنوَ ائِباً مِنَ الدَّھرِ لا یَقویٰ لَھَا المُتَحَمِّلُ وَ اِنِّی لَا رَجُو اَنَّھا بِکَ تَنجَلِیْ ۔ فَاِنَّکَ لِیْ رَجَاءٌ وَ حِصنٌ وَ مَعقِلٌ یَا رَسُولَ اللّٰہ ! اَنتَ عَمَدَتِیْ فَاَغِثنِیْ فِیْ شِدَّتِیْ ۔ اس دعا کو ایک ہزار بار

پڑھنا چاہئے۔(فتح المجید ص ۶۶۔۶۷)

ترجمہ: یارسول اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں زمانے کی مشکلات کی شکایت کرتا ہوں جنہیں برداشت کرنے والا برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتا اور بے شک میں ضرور اس بات کی امید کرتا ہوں کہ یہ مصیبتیں آپ ﷺ کے وسیلہ سے دور ہوں گی پس آپ ہی میری امید اور میرا قلعہ اور میرے لئے بندھنے کی جگہ (حصار) ہیں کہ آپ کے در پاک کو چھوڑ کر میں کہیں نہیں جاسکتا آپ میرا سہارا ہیں تو میری مدد فرمائیں میری سخت حاجت میں۔ اس استغاثہ شریفہ میں بھی دو بار جناب رسول اللہ ﷺ کو ''یارسول اللہ'' سے نداء کی گئی ہے پہلے لفظ ''رسول اللہ'' میں کلمہ نداء محذوف ہے اور دوسرے میں مذکور ہے ثابت ہوا جو کہ مسلک حق جو صدیوں سے علماء حق میں چلا آرہا ہے وہ جواز نداء ''یا محمد'' و ''یارسول اللہ'' اور آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا اور مصیبتوں میں آپ سے استغاثہ وفریاد کرنا ہے

دعاء علامہ امام محمود الکردی الشیخانی

حضرت علامہ امام محمود الکردی الشیخانی المدنی علیہ الرحمۃ م ۱۱۹۰ھ اپنی کتابوں میں فرماتے ہیں (۱) ولائل الخیرات (۲) کفایۃ المومنین، میں یوں دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا سَیِّدَ نَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ أَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ وَرَبِّیْ اَنْ یَّرْحَمَنِیْ مِمَّا بِیْ رَحْمَةً یُغْنِیْنِیْ بِهَا عَنْ رَحْمَةٍ مِنْ سِوَاهُ.

ترجمہ: اے اللہ! بے شک میں تیرے رحمت والے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے تیری

طرف متوجہ ہوتا ہوں ''یا سیدنا یا محمد'' اے ہمارے سردار! اے محمد بے شک تیرے وسیلے سے اپنے اور تیرے رب کی طرف متوجہ ہوتا اور دعا کرتا ہوں کی وہ میری مشکل کو دور کرنے سے متعلق جو مجھے حکم درپیش ہے مجھ پر ایسا رحم فرمائے کہ مجھے اپنے سواء دوسروں کے رحم و کرم سے بے نیاز کر دے۔ اس دعا میں امام موصوف نے یا سیدنا یا محمد کے الفاظ حدیث نسائی شریف و حدیث ابن ماجہ جو حدیث ضریر کے حوالے سے مشہور ہے اخذ کر کے ارشاد فرما کر ثابت فرما دیا کہ نداء یا محمد اور یا رسول اللہ'' بزرگان دین کا معمول ہے اسے ناجائز و شرک کہنا کم علمی یا تعصب پر مبنی ہے۔

کام ہو گیا

امام طبرانی و امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی م ۴۵۸ھ نے حضرت ابوامامہ بن سھل بن حُنیف رضی اللہ عنہ سے سندوں کے ساتھ روایت کی وہ اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف صحابی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کسی کام کے سلسلے میں سیدنا حضرت عثمان خلیفہ راشد و داماد مصطفےٰ ﷺ کی خلافت میں ان کے پاس حاضر ہوتا تھا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاص توجہ نہ فرماتے تھے وہ پریشان تھا اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے اپنی پریشانی بیان کی تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ گھر جا کر اچھی طرح وضو کریں اور پھر مسجد نبوی جا کر دو رکعت نماز نفل پڑھیں اس کے بعد یوں دعا کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اُتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ فَیُقْضٰی حَاجَتِیْ ''اس کے بعد اپنی حاجت بیان کریں، پھر حضرت عثمان بن عفان خلیفہ راشد کے پاس جائیں اور آپ کے ساتھ میں بھی چلوں گا۔ تو اس شخص نے ایسا کیا اور حضرت عثمان بن حنیف کو ساتھ

لئے بغیر اکیلا ہی حضرت عثمان بن عفان خلیفہ وقت کی خدمت میں جا پہنچا، دربان نے
ان کا ہاتھ پکڑا اور خلیفہ مصطفےٰ ﷺ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خاص توجہ فرمائی
اسے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا کیا کام ہے؟ انہوں نے اپنا کام بتایا تو
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ تم نے مجھے سے
ملنے میں اتنی دیر کی مجھے پہلے بتا دیتے تو میں تمھارا کام کر دیتا آئندہ جو کام ہو فوراً
بتائیں میں کر دوں گا۔ اس نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور حضرت عثمان بن حنیفؓ سے مل
کر ان کا بھی شکریہ ادا کیا اور کہا کی آپ نے میری سفارش کی۔ انہوں نے فرمایا، اللہ
کی قسم میں نے آپ کی سفارش نہیں کی مجھے حضور اکرم ﷺ کا کرم ہوا وہ وظیفہ یاد آیا اور
حضور ﷺ کے وسیلہ سے تمھارا کام بن گیا کیونکہ یہ وہی وظیفہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے
ایک نابینا کو بتایا تھا تو میں وہاں موجود تھا جب نابینا حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا
اور بینائی کی واپسی کی حضور اکرم ﷺ سے دعا کی درخواست کی آپ ﷺ نے اس
نابینا سے فرمایا کیا تم صبر کر سکتے ہو؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرا ہاتھ پکڑنے
والا کوئی نہیں آنکھوں کے اندھے پن کی وجہ سے میرے لئے بہت مشکل ہے، آپ
نے اسے فرمایا جاؤ وضو کرو پھر دو رکعت نفل پڑھو پھر یہی دعا بتائی کہ اسے پڑھو حضرت
عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم زیادہ دیر نہ گزری ہم وہاں موجود تھے کہ وہ نا
بینا آیا تھا بالکل بینا ہو چکا تھا اس کی آنکھیں ٹھیک ہو چکی تھیں ایسے لگتا تھا کہ یہ کبھی بھی نا
بینا نہ تھا۔ (طبرانی معجم کبیر ۹۔۱۸۔ سنن کبریٰ بیہقی)

کینسر کا مریض ٹھیک ہو گیا

امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی علیہ الرحمۃ علیہ الرحمۃ م ۱۳۵۰ھ نے اپنی
کتاب سعادۃ الدارین'' میں امام ابن ابی الدنیا علیہ الرحمۃ کے حوالے سے نقل کیا

ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن سعید بن حیان بن ابجر کے پاس گیا (یہ اپنے وقت کے ما
ہر حکیم تھے) تو اس نے اس شخص کے پیٹ کو ٹٹولا تو کہا کہ آپ کے پیٹ میں ایک بیما
ری ہے جو کبھی ٹھیک نہ ہوگی یعنی کینسر ہے تو وہ شخص واپس آیا اور اس نے حصول شفاء
کے لئے یوں دعا کی اَللّٰھُمَّ رَبِیْ لَا اُشْرِکُ بِکَ شَیْئاً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ
وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا
مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ وَرَبِّیْ اَنْ یَّرْحَمَنِیْ رَحْمَۃً تُغْنِیْنِیْ
بِھَا عَنْ رَحْمَۃٍ مِنْ سِوَاکَ (سعادۃ الدارین ص ۵۲۴)'' اس دعا کا ترجمہ گزر چکا
ہے۔ اس شخص نے تین بار یہ وظیفہ پڑھا پھر حکیم ابن ابجر کے پاس آیا اس نے اس
کا پیٹ ٹٹولا تو کہا کہ ''مَا بِکَ عِلَّۃٌ'' اب تمھارے پیٹ میں کوئی بیماری نہیں
الحمد للہ اس دعا سے بھی ثابت ہوا کہ نہ صرف ''یا محمد یا رسول اللہ'' کی نداء جائز ہے
بلکہ آپ ﷺ کے وسیلہ سے لاعلاج بیماریاں خاص کر کینسر جیسی جان لیوا تکلیفیں بھی دفع
ہو جاتی ہیں۔

یارسول اللہ مشکل کشا

امام نبہانی علیہ الرحمۃ ''حزب الاستغاثات'' میں لکھتے ہیں کہ امام ابراھیم
بن مرزوق علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا البیانی میں ہے کہ جزیرہ شقر کے رہنے والوں
میں سے ایک شخص دشمنان اسلام کے ہاتھوں قید ہوگیا اور زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور
اس کے سینے پر لاٹھی رکھ کر باندھ دی گئی اور وہ قیدی شخص تکلیف کی حالت میں پکارتا
تھا ''یارسول اللہ'' ان میں سے ایک بڑے دشمن نے کہا کہ اپنے رسول سے کہو کہ وہ
تمہیں چھڑا دیں اس کا بیان ہے کہ جب رات ہوئی تو اسے کسی شخص نے ہلایا اور کہا
کہ اذان کہو اس نے کہا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کس تکلیف میں ہوں زنجیروں

میں جکڑا ہوا ہوں، سینے میں پر لاٹھی سخت کر کے باندھ دی گئی ہے، اذان دوں گا تو دشمن مجھے اور تکلیف دیں گے۔ بہر حال اس نے ''اذان'' کہہ ہی دی۔ جب اشھد ان محمد ارسو ل الله پر پہنچا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خاص توجہ وروحانی مدد سے اور بحکم الٰہی اس کے زنجیر ٹوٹ گئے لاٹھی بھی چھوٹ گئی وہ کھڑا ہو گیا سامنے کیا دیکھتا ہے کہ ایک باغ ہے وہ اس باغ میں داخل ہو جاتا ہے سامنے اچانک ایک راستہ باہر جاتا نظر آیا وہ اس پر چلا تو اپنے ملک جزیرہ سقر میں جا پہنچا۔ اس کے شہر میں یہ واقعہ بڑا مشہور ہو گیا۔ (حزب الاستغاثات ۹۲ وشواھد الحق ص ۲۴۳) یہ واقعہ کسی مؤرخ یا قصہ گو انسان کا بیان کردہ نہیں بلکہ یہ واقعہ انتہائی ذمہ دار شخصیت امام ومحدث وفقیہ ابراھیم بن مرزوق البیانی علیہ الرحمۃ م ۱۲۹۸ھ کا بیان فرمودہ ہے پھر جسے آگے امام علامہ محدث وفقیہ وشیخ الاسلام والمسلمین سیدنا یوسف بن اسماعیل نبہانی م ۱۳۵۰ھ نے اپنی تحقیق سے حق جان کر اہل حق کی رہنمائی کے لئے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم بلا شبہ وسیلہ مصطفےٰ ﷺ سے یقیناً نصیب ہوتا ہے جس کا منکر بدنصیب ہی ہوتا ہے۔ اس وا قعہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں نداء یارسول اللہ کے الفاظ سے استغاثہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

یارسول اللہ! کیجئے قرض ادا

امام ابوالقاسم عبیداللہ بن منصور المقری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگ وار مجھ سے ہفتہ بھر کے لیے قرض لیتے تھے تو سو درھم سے اوپر ان پر قرض ہو جاتا، مجھے ضرورت پڑتی تو میں ان سے قرض واپس مانگتا تو والد صاحب فرماتے، اللہ کی قسم! میں ہفتہ کے روز آپ کا قرض واپس کردونگا تو جب ہفتہ آتا والد بزرگوار میرا قرض واپس لوٹا دیتے تھے۔ اس طرح انھوں نے کئی بار کیا جس کا مجھے تعجب ہوا کہ

حضرت والد محترم کے پاس ہفتہ والے دن پیسے کہاں سے آتے ہیں بظاہر کوئی سبب نہ تھا اس لئے مجھے تعجب ہوتا تھا، تو ایک بار میں نے حضرت والد صاحب سے پوچھا کہ حضور ابا جان! یہ رقم بروز ہفتہ آپ کو کہاں سے آتی ہے۔ تو میرے والد صاحب رو پڑے اور فرمایا اے میرے بیٹے سارے ختم ہر جمعرات کو اکٹھے کر لیتا ہوں اور ان کا ثواب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ھدیہ کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں ''یارسول اللہ! میرا قرض'' تو ہفتہ کے روز کوئی آکر قرض کے برابر رقم مجھے دے جاتا ہے، نامعلوم وہ کون ہے اور کہاں سے آتا ہے یہ رقم وہاں سے آتی ہے جہاں میرا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

(حزب الاستغاثات ۹۳) اس واقعہ سے بھی نداء یارسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضور ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ کا جواز ثابت ہوا اور یہ کہ حضور اپنے غلاموں کی فریاد سنتے ہیں اور فریادرسی فرماتے ہیں۔

؎ فریاد جو امتی کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

(اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ)

محمد (ﷺ)

علامہ امام ابوالعباس احمد بن محمد اللواتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر فاس میں ایک عورت تھی جب اس کو کوئی تکلیف، بیماری پہنچتی یا کوئی گھبرا دینے والی چیز دیکھتی تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیتی تھی اور کہتی ''محمد'' یہاں کلمہ نداء محذوف ہے (یعنی ''یا محمد'') تو جب اس کا انتقال ہو گیا تو مجھے اس کے قریبی رشتہ دار بزرگ نے بتایا کہ انہوں نے خواب میں اس خاتون کو دیکھا اور پوچھا ''پھوپھی

جی! کیا آپ نے قبر میں سوال کرنے والے دو فرشتوں منکر اور نکیر کو دیکھا؟ بولیں ہاں دیکھا ہے تو جب وہ میرے پاس آئے تو میں نے انہیں دیکھتے ہی اپنی دنیاوی زندگی کے طریقہ کے مطابق اپنے دونوں ہاتھوں کو منہ پر رکھ لیا آنکھیں بند کرلیں اور حضور ﷺ کو پکارا ''محمد'' تو اس کے بعد میں نے جونہی اپنے ہاتھ اٹھائے تو وہ واپس جا چکے تھے مجھے نظر نہ آئے (حزب الاستغاثات ۹۳۔۹۴) الحمد اللہ اس واقعہ سے جہاں نداء ''یا محمد'' کا جواز ثابت ہوا وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور کا نام مبارک بھی مشکل کشاہ ہے دنیا میں بھی اور قبر میں بھی انشاء اللہ مشکل کشا ثابت ہوگا۔

راقم (ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری) نے ایک نعت شریف لکھی ہے جس کے کچھ اشعار یوں ہیں۔

نام محمد پیارا ہے پیارا — ہر وقت کا ہے وظیفہ ہمارا

محمدؐ پہ جان میں نثار کردوں — محمد سا کوئی نہ مجھ کو پیارا ہے

مشکل اُسی کی فوراً ہے ٹلتی — مشکل میں جس نے محمد پکارا

محمد! بچانا مشکل میں مجھ کو — سوا تیرے میرا نہ کوئی ہے چارا

یا رسول اللہ! آپ کی پناہ

امام ابو عبداللہ سالم عرف خواجہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک جزیرے کے پاس دریائے نیل میں ہوں تو دیکھتا ہوں کہ اچانک ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے ڈر گیا تو اچانک ایک شخص کو میں نے اپنے قریب دیکھا میرے دل میں آیا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں تو آپؐ نے مجھے فرمایا۔ جب تمہیں کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آئے تو فوراً یوں کہا کرو ''اَنَا مُسْتَجِیْرٌ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ!'' یعنی اے اللہ کے رسول! سن لیں میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر میں بیدار ہو گیا اس کے بعد ایک بھائی نے زیارت روضہء نبی ﷺ کے لئے مدینہ منورہ کا ارادہ

کیا اور وہ نابینا تھا میں نے اسے اپنا یہ خواب سنایا اور اس سے کہا کہ جب تمھیں کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آئے تو یوں عرض کرنا ''اَنَا مُسْتَجِیْرٌ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ !'' اے اللہ کے رسول ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں تو وہ انہی دنوں میں مدینہ شریف کے سفر پر چل پڑا جب وہ ''رابغ'' کے مقام پر پہنچا تو اسے پانی کی ضرورت پڑی اس کے پاس چھوٹا سا مشکیزہ تھا جس میں پانی بہت ہی تھوڑا سا تھا باقی سارا مشکیزہ خالی تھا وہ نابینا بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے خادم کو پانی کی تلاش کے لئے بھیجا اور مشکیزہ میرے پاس تھا اور مجھے پانی کی سخت ضرورت تھی تو مجھے آپ (امام ابوعبداللہ سالم خواجہ) کی وہ بات یاد آگئی کہ جب کوئی مصیبت یا تکلیف پیش آئے تو عرض کرنا ''اَنَا مُسْتَجِیْرٌ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! تو میں نے یہی عرض کر دی ''اَنَا مُسْتَجِیْرٌ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ !'' کہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اسی دوران مجھے ایک شخص کی آواز سنائی دی کہ مشک بھر لیجئے وہ مشک میرے ہی ہاتھ میں تھی میں نے مشک میں پانی بھرنے کی آواز سنی یہاں تک کہ وہ بالکل بھر گئی مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ مشک میں کون پانی ڈال گیا اور پانی کہاں سے آیا ہے ۔ (حزب الاستغاثات ۹۴ و شواھد الحق ۲۴۸ ـ ۲۴۹)

کمزوری و تھکاوٹ دور

امام ابوعبداللہ محمد بن سالم السجلماسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں نے زیارت روضہء نبی کریم ﷺ کی نیت سے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور میرا یہ سفر پیدل تھا اس سفر کے دوران جب مجھے کمزوری اور تھکاوٹ محسوس ہوتی میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں یوں عرض کرتا ''اَنَا فِیْ ضِیَافَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ !'' کہ اے اللہ کے رسول ! میں آپکا مہمان ہوں تو میری تھکاوٹ اور کمزوری دور ہو جاتی ۔

(حزب الاستغاثات ۹۵۔ شواھد الحق ۲۴۹)

الحمد للہ ان واقعات سے جہاں نداء یا رسول اللہ اور نداء یا محمد سے حوالہ جات بکثرت ملتے ہیں وہاں سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ یہ سب علماء و فقہاء و اولیاء حضور ﷺ سے مدد مانگتے تھے۔ اور یقین رکھتے تھے کہ حضور ﷺ حیات حقیقیہ کاملہ جسمانیہ کے ساتھ زندہ و جاوید ہیں اور ہم جہاں سے بھی آپ ﷺ کو پکاریں بحکم الٰہی آپ ہماری فریاد سنتے اور فریاد رسی اور امداد فرماتے ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ:

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم و شخصہ الکریم و قل السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ و یصدق مولک فی انہ یبلغہ ویرد علیک ما ھو ادنیٰ منہ۔

(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵)

اور نبی کریم کے وجود کو دل میں حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکۃ اور دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچے گا اور اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کامل تر عطا فرمائیں گے۔ (مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم الدین صفحہ ۲۷۹ جلد ۱، از احسن نانوتوی دیوبندی)

شیخ محقق علی الاطلاق الشیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ:

وقال بعض العارفین ان ذلک سر بان الحقیقۃ المحمدیۃ فی ذرالمجودات وافراد الکائنات کلھا فھو صلی اللہ علیہ وسلم موجود و حاضر فی ذوات المصلین و حاضر عندھم فینبغی للمؤمن ان لا

يغفل عن هذا الشهود عند ه هذا الخطا ب لينا ل من انو ار القلب ويفوز با سرار االمعر فة صلى الله عليک يا رسول الله وسلم ۔

بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تشہد میں سلام اس درجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمد یہ نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے وقت مومن آپ کے مشاہد سے غافل نہ ہو، تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کرلیں اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ سلام ہو۔

(شواھد الحق ص ۲۵۱،۲۵۰)

میدان کربلا میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا صلوٰۃ وسلام کرنا اور فریاد:

میدان کربلا میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت مآب میں اس طرح فریاد کی :یا محمد اہ یا محمد اہ صلی اللہ علیک اللہ و ملک السما ء و ھذا حسین با لجز اہ مز مل و با لد ما ء مقطع الا عضا ء یا محمد اہ

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۳۹ جلد ۶، تاریخ کامل ابن کثیر صفحہ ۳۲ جلد ابن جزیر صفحہ ۲۹۳ جلد ۶)

یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ آپ ﷺ پر درود ہو آسمانی فرشتوں کا یہ میرا بھائی حسین خون کی چادر اوڑھے ہوئے اور ان کے اعضاء کو جدا جدا کیا گیا یا محمداہ۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے بعد ایک اعرابی آپ کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کیا: السلا م علیک یا رسو ل اللہ اور اپنے گناہوں کی بخشش ومغفرت کا طالب ہوا تو اسے مغفرت کی نوید سنادی گئی۔

(ملخصا، تفسیر مدارک صفحہ ۳۹۹ جلد ۱، رسائل الارکان صفحہ ۵۸۰ جلد ۱، کتاب الاذکار صفحہ ۱۷۶، الایضاح فی

مناسک الحج ص ۴۹۸)

بارگاہ رسالت میں مقبول درود شریف

صلی اللہ علیک یا محمد

حضرت ابوبکر محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت شبلی آئے اور ابوبکر بن مجاہد ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ تو میں نے عرض کیا اے میرے سردار! آپ شبلی کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور اہل بغداد ان کو دیوانہ تصور کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں شبلی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جیسا کہ میں نے شبلی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ کھڑے ہو گئے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ شبلی کے ساتھ یہ کیا کرتے ہیں۔ فرمایا یہ شبلی ہر نماز کے بعد لقد جاءکم رسول من انفسکم آخر سورت تک پڑھتا ہے۔ پھر تین مرتبہ یہ کہتا ہے: صلی اللہ علیک یا محمد۔

حضرت ابوبکرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شبلی سے پوچھا: تو انہوں نے تصدیق کی اور ویسے ہی بیان کیا جیسے میں نے سنا۔ (تاریخ بغداد صفحہ ۳۹۵ جلد ۴، القول البدیع صفحہ ۱۷۳) اس حدیث کو وہابیہ کے امام ابن قیم نے جلاء الافہام صفحہ ۲۵۷ قاضی سلیمان منصور پوری نے الصلوٰۃ والسلام صفحہ ۳۰۷، دیوبندی مولوی زکریا نے فضائل درود شریف صفحہ ۱۱۰، مولوی سید حسن دیوبندی نے فضائل درود و سلام صفحہ ۴۶ پر نقل کیا ہے۔

امام احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی عرض:

مسلک دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ:

حضرت سید احمد رفائی معاصر ہیں حضرت شیخ جیلانی کے اور بہت بڑے اولیائے کبار میں سے گزرے ہیں۔ایک مرتبہ روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کیا:

السلام علیک یا جدی۔جواب مسموع ہوا۔وعلیک السلام یا ولدی

اس پران کو وجد ہو گیا اور بے اختیار یہ اشعار زبان پر جاری ہو گئے۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها

تقبل الارض عنی وھی تا ئبتی

وھذہ دولة الاشباح قد حضرت

فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

ترجمہ: میں حالت بعد میں اپنی روح کو روضہ شریف پر بھیجا کرتا تھا۔کہ وہ میری طرف سے نائب بن کر زمین بوسی کیا کرتی تھی اور اب جسم کی باری ہے وہ حاضر ہے سو اپنا ہاتھ بڑھا دیجئے، تا کہ میرا لب اس سے پر زور ہو جائے، فوراً ہی روضہ مبارک سے ایک نہایت ہی منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا۔ظاہر ہوا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہیں گر گئے۔

(اشرف الجواب صفحہ ۵۹، افاضات الیومیہ صفحہ ۱۵۳ ج ۲ طبع ملتان، الکلام الحسن صفحہ ۹۸ جلد احکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات صفحہ ۴۱۹)

چنانچہ مولانا الشیخ عبد الرحمٰن جامی بن احمد م ۸۹۸ھ جیسی عظیم الشان علمی وروحانی شخصیت نے بارگاہ مصطفےٰ میں یوں عرض کی ہے۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا

يَا حَبِيْبَ اللّٰه اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنَا فِیْ بَحْرِ غَمٍ مُغْرَقٌ

خُذْ يَدِیْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَا لَنَا

کہ اے اللہ کے رسول، ہمارے حال پر نظر کرم فرمائیں۔ اے اللہ کے حبیب ہماری درخواست سنیں۔ ہم رنج وغم کے دریا میں ڈوبے جا رہے ہیں۔ میری دستگیری کیجئے ہماری مشکل آسان فرمایئے۔ امام نبہانی علیہ الرحمۃ کی کتاب شواہد الحق شریف اس قسم کے واقعات مصدقہ ومحققہ سے بھری پڑی ہے جن کے سارے واقعات یہاں نقل کرنے سے کتاب ھذا طویل ہو جائے گی۔ عقلمند اور قلب سلیم رکھنے والے کے لئے اس قدر حوالہ جات کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستہ پر چلائے اور قبول حق کی توفیق بخشے۔ ''آمین'' اللہ تعالیٰ قبول حق اور عمل کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب. فالحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و علیٰ جمیع الانبیاء و علیٰ آلہ وصحبہ و متبعیہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

فقط!

خادم العلماء

ڈاکٹر مفتی غلام سرور بخاری قادری

ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کی دیگر تصانیف